مدیر

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

معاون

مولانا رضوان احمد ندوی

امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ و جھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار نقیب

پھلواری شریف پٹنہ

اس شمارہ میں

■ اللہ کی باتیں، رسول اللہ کی باتیں
■ دینی مسائل، حکایات اہل دل
■ بیوہ عورتوں کے حقوق
■ مثالی معاشرے کے....
■ مسلم سماج کی اخلاقی وسماجی...
■ جن کی دعائیں جلد قبول.....
■ ذاتی مفاد پر ملی مفاد کو.....
■ اخبار جہاں، ہفتہ رفتہ، ملی سرگرمیاں

جلد نمبر 63/73 | مورخہ ۷/رجب المرجب ۱۴۴۴ھ مطابق ۳۰/جنوری ۲۰۲۳ء روز سوموار | شمارہ نمبر 05

بین السطور

تیری معراج کہ تو لوح وقلم تک پہونچا......

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

طائف کی گلیوں سے اوباشوں کے پتھر کھا کھا کر، لہولہان جسم اور رئیسوں کے طعن وتشنیع سن سن کر ٹوٹے ہوئے دل کے ساتھ لوٹتے ہوئے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمان کی طرف با چشم نم دیکھا، اور زبان پر یہ کلمات جاری ہوئے: الٰہی اپنی کمزوری، بے سروسامانی اور لوگوں میں تحقیر کی بابت تیرے سامنے فریاد کرتا ہوں، تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا، درماندہ اور عاجزوں کا مالک تو ہی ہے اور میرا مالک بھی تو ہی ہے، مجھے کس کے سپرد کیا جاتا ہے۔ کسی بیگانہ ترش رو کے یا اس دشمن کے جو کام پر قابو رکھتا ہے اگر مجھ پر تیرا غضب نہیں تو مجھے اس کی پرواہ نہیں، لیکن تیری عافیت میرے لئے زیادہ وسیع ہے۔''

زبان مبارک سے یہ کلمات نکل رہے تھے اور ادھر ملاء اعلیٰ میں ہلچل مچی ہوئی تھی کہ آج جو کچھ ہوا وہ چشم فلک نے کاہے کو دیکھا ہوگا، فرشتوں میں سرگوشیاں ہو رہی ہیں کہ آخر جس کے صدقے میں کائنات بنی، اسے اور کتنے مظالم سہنے ہوں گے، رب کائنات کو بھی اس کی فکر تھی، اس لئے خالق کائنات نے اس شکستہ دل کی دل جوئی کے لئے طائف سے واپسی کے بعد ایسا نسخہ تجویز کیا کہ عروج نسل انسانی کی انتہا ہوگئی، زمان ومکان کے قیود وحدود اٹھا لئے گئے، تیز رفتار سواری براق فراہم کی گئی، مسجد اقصیٰ میں سارے انبیاء کی امامت کرائی گئی، اور پھر اس جگہ لے جایا گیا؛ جہاں جاتے ہوئے جبرئیل کے بھی پر جلتے ہیں، پھر قربت خداوندی کی وہ منزل بھی؛ آئی جس کے بارے میں قرآن کریم نے فکان قاب قوسین او ادنیٰ کہہ کر سکوت اختیار کر لی، ساتوں آسمانوں کی سیر، جنت وجہنم کا معائنہ، ابنیاء کی ملاقاتیں، اور پھر واپسی، کتنے گھنٹے لگے؟ کیا تیز رفتاری تھی؟ سب کچھ رات کے ایک حصے میں ہوگیا، اور صبح آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حجرۂ مبارکہ سے نکلے، اور لوگوں میں اس واقعہ کا اعلان کیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تصدیق کر کے صدیق ہوگئے اور کئی نے تکذیب کر کے اپنی عاقبت خراب کر لی، اور منافقین کے دل کی کدورتیں اور ایمان واسلام سے ان کی دوری، کھل کر سامنے آگئی۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سفر میں، عالم قدس میں اپنی تمام قولی، بدنی اور مالی عبادتوں کا نذرانہ پیش کیا، اور اللہ رب العزت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسی سلامتی بھیجی، جو مومنین کے نمازوں کا جز ہوگیا، اللہ کے رسول، اس اہم موقع سے اپنی امت کو کیسے بھول سکتے تھے، فوراً ہی اس سلامتی میں مومنین وصالحین کو شامل کر لیا اور اس پورے مکالمہ کا اختتام کلمۂ شہادت پر ہوا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد اللہ کے رسول ہیں۔ تحفے نورانی اس سفر میں اور بھی ملے، ایسے تحفے جس سے مومنین بھی معراج کا کیف وسرور پا سکتے ہیں یہ تحفہ نماز کا تھا، پچاس وقت کی نماز تحفہ میں ملی، قربان جایئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے، جنہوں نے بار بار بھیج کر تعداد کم کرائی اور بات پانچ پر آ کر ٹھہری، ثواب پچاس کا باقی رہا، اور سب سے بڑی بات یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان کیا کہ نماز مومنین کی معراج ہے۔ ہم واقعۂ معراج پر سر دھنتے ہیں، دھنا چاہئے۔ لیکن اس واقعہ کا جو عظیم تحفہ ہے اس سے ہماری غفلت بھی لائق توجہ ہے، معراج کے واقعہ کا بیان، سیرت پاک کا اہم واقعہ ہے، ہم اس کو سن کر خوب خوش ہوتے ہیں، جلسے جلوس بھی منعقد کرتے ہیں اور اس خاص تحفہ نماز کو بھول جاتے ہیں جو ہمارے لئے آقا صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے، اس کی خاص وجہ یہ ہے کہ جہاں ہمیں کچھ کرنا نہیں ہوتا، وہاں ہم بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں، اور جہاں کچھ کرنے کی بات آتی ہے ہم اپنی ذمہ داریوں کو بھول جاتے ہیں اور ان سے پہلو تہی کرتے ہیں اگر ایسا نہ ہو تو ہماری مسجدیں نمازیوں سے بھری رہیں گی اور رحمت ونصرت کی وہ پروائی چلے گی جو مصائب والم کو خس وخاشاک کی طرح بہا لے جائے گی۔ یہ حال تو ہمارا معراج کے اس تحفہ کے ساتھ ہے جس کا ذکر معراج سے متعلق گفتگو میں بار بار آتا رہتا ہے۔ لیکن قرآن نے تو ''فَاَوْحیٰ اِلیٰ عَبْدِہٖ مَا اَوْحیٰ'' کہہ کر ہمیں بتایا کہ باتیں اور بھی ہیں اور سورہ اسریٰ ہی میں بارہ احکام کے ذکر کے بعد ''ذٰالِکَ مِمَّا اَوْحیٰ اِلَیْکَ رَبُّکَ مِنَ الْحِکْمَۃِ'' (یہ تمام باتیں دانش مندی کی ان باتوں میں سے ہیں جو خدا نے آپ پر وحی کی ہیں) کہہ کر واضح کر دیا کہ ''ما اوحیٰ'' میں کیا کچھ تھا، آیئے ان احکامات پر بھی ہم ایک نظر ڈالتے چلیں۔

۱۔ سب سے پہلا حکم یہ دیا گیا کہ شرک نہ کرو: کیوں کہ یہ بڑا ظلم ہے، وہ اللہ جو اس سارے کائنات کا خالق اور مالک ہے اس کے ذات وصفات میں کسی کو شریک کرنا شرک ہے، اللہ اس بارے میں اتنا غیور ہے کہ اس نے اعلان کر دیا ہے کہ وہ اس گناہ کو معاف نہیں کرے گا۔ ''اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰالِکَ لِمَنْ یَّشَاءُ.''

۲۔ ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرو ان کی عزت واطاعت کرو، اگر ان میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کو جھڑکنا تو بڑی بات ہے، اف تک نہ کہو، اور ان سے ادب سے باتیں کیا کرو، اور ان کے سامنے اپنے کندھے عاجزی اور نیاز مندی کے ساتھ جھکا دو، اور ان کے لئے دعا بھی کرتے رہو کہ اے رب ان پر رحم کر جیسا کہ انہوں نے مجھے صغر سنی میں پالا۔ واقعہ یہ ہے کہ اللہ رب العزت کی عبادت کے بعد والدین کی اطاعت سب سے اہم ہے اور جس طرح اللہ کا شکر ضروری ہے، اسی طرح والدین کا بھی شکر گذار ہونا چاہئے، اس بارے میں احادیث بھری پڑی ہیں، لیکن ہم میں کتنے ہیں جو ان کا پاس وادب قرآن کے مطلوب انداز میں کرتے ہیں حالانکہ مستدرک حاکم کی ایک روایت ہے کہ اللہ کی رضا باپ کی رضا میں ہے، اور اللہ کی ناراضگی باپ کی ناراضگی میں ہے اور یہ معاملہ اتنا اہم ہے کہ حسن سلوک کے لئے ان کا مسلمان ہونا بھی ضروری نہیں ہے۔

۳۔ حق داروں کے حق کی ادائیگی کرو: والدین کے علاوہ بہت سے اعزواقرباء، مسکین اور مسافر کے بھی حقوق ہم سے متعلق ہیں اور ہم ان کے ساتھ جو حسن سلوک کر رہے ہیں یا کریں گے اصلاً یہ ان کے حق کی ادائیگی ہے ان پر احسان نہیں ہے۔

۴۔ فضول خرچی اور اسراف سے بچو: کسی گناہ کے کام میں اور بے موقع خرچ کرنے یا ضرورت سے زائد خرچ کرنے سے بھی منع کیا گیا، اسی کے ساتھ یہ بھی حکم دیا گیا کہ اپنے ہاتھ بخالت کی وجہ سے گردن سے باندھ کر نہ رکھو، اور نہ اس طرح کشادہ دست ہو جاؤ کہ فقر وفاقہ کی نوبت آجائے، خلاصہ یہ کہ افراط وتفریط سے بچتے ہوئے، اعتدال اور میانہ روی کی راہ اپناؤ۔

۵۔ مفلسی کے خوف سے اولاد کو قتل نہ کرو: اس لئے کہ روزی ہم تم کو بھی دیتے ہیں ان کو بھی دیں گے، ان کا مارنا بڑی خطا ہے دراصل اس حکم کا تعلق اللہ کی صفت رزاقیت سے جڑا ہوا ہے، بچوں کو اس خوف سے مار دینا یا ایسی ترکیبیں کرنا جس سے ان کی ولادت ممکن نہ ہو، اللہ کی صفت رزاقیت پر یقین کی کمی کا مظہر ہے، جب اللہ کا اعلان ہے کہ روئے زمین پر جتنے جاندار ہیں سب کا رزق میرے ذمہ ہے۔ اور میں رزق اس طرح دیتا ہوں جو بندہ کے وہم وگمان سے بھی بالاتر ہے۔ اس صورت میں مفلسی کے خوف سے اولاد کا قتل کرنا، کس طرح جائز ہو سکتا ہے۔

۶۔ زنا کے قریب مت جاؤ: اس لیے کہ یہ بے حیائی کا کام ہے اور یہ برا راستہ ہے، حدیث میں ہے کہ زانی زنا کرتے وقت مسلمان نہیں رہتا، ایمان اس کے قلب سے نکل جاتا ہے، آج جس طرح فحاشی بے حیائی اور کثرتِ زنا کے واقعات پیش آرہے ہیں اس سے پورا معاشرہ فساد وبگاڑ میں مبتلا ہو گیا ہے، کاش اس حکم کی اہمیت کو ہم سمجھتے۔

۷۔ ناحق کسی کی جان مت لو: حکم کا خلاصہ یہ ہے کہ قتل ناحق حرام ہے، اور یہ ایسا جرم عظیم ہے کہ اسے قرآن میں ساری انسانیت کے قتل کے مترادف قرار دیا گیا، اسی طرح اگر کسی نے ایک جان کو بچا لیا تو گویا اس نے بنی نوع انسان کی جان بچالی، اس حکم پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے آج بڑے پیمانے پر قتل وغارت گری کا بازار گرم ہے۔

۸۔ یتیم کے مال کے قریب مت جاؤ: یتیم اپنی کمزوری اور کم سنی کی وجہ سے اپنے مال کی حفاظت نہیں کر سکتا، اس لئے بہت سے لوگ اسے سہل الحصول سمجھ کر ہڑپ کرنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں، اس حکم میں ہڑپ کرنے اور ناجائز تصرف کرنے کا معاملہ تو کجا؟ اس کے قریب جانے اور پھٹکنے سے بھی منع کیا، کمزوروں کی اس قدر رعایت صرف اسلام کا حصہ ہے۔ (بقیہ صفحہ ۱۴ پر)

اچھی باتیں

''منہ پر بولنے والے بھی برداشت کی آخری حد تک پہنچ کر بولتے ہیں، رویوں کا شدید ردعمل انہیں بولنے پر مجبور کرتا ہے۔ ☆ کچھ لوگ ساری رات اپنے لئے جنت کی دعائیں مانگتے ہیں، حالانکہ کہ انہوں نے دوسروں کی زندگی جہنم بنائی ہوئی ہوتی ہے۔ ☆ ڈرنا ان سے نہیں چاہیے جو شور مچا کر دل کی بھڑاس نکال لیتے ہیں، ڈرنا ان سے چاہیے جو سہہ کر معاملہ اللہ کے حوالے کر دیتے ہیں ☆ اگر حالات ناموافق ہوں تو اس درخت کے بارے میں سوچئے جس کے سارے پتے خزاں کی نذر ہو گئے، پھر بھی وہ کھڑا رہتا ہے کہ بہار کے دن آئیں گے۔ (حاصل مطالعہ)

بلا تبصرہ

'' کہنے کی ضرورت نہیں ہے کہ یکم جنوری 2024 کی رام مندر کے افتتاح کی تاریخ تو خود ہی اشارہ کر رہی ہے کہ 2024 کا چناؤ مودی کے رام مندر پر تعمیر کرنے والے شخص کی تصویر کو سب سے آگے رکھ کر لڑا جائے گا، سنگھ اور بھاجپا کاٹ کی کاٹھ کی ہانڈی کتنی بار چڑھائی جا سکے گی اس کا جواب فی الحال تو مستقبل کے بطن میں چھپا ہوا ہے، پھر بھی مجبوری میں رام یاد آنے کے پیچھے چھپے اشاروں سے انکار بھی تو نہیں کیا جا سکتا۔''

(راشٹریہ سہارا 21 جنوری 2023)

اللہ کی باتیں---- رسول اللہ کی باتیں

مولانا رضوان احمد ندوی

دین و دنیا میں کامیابی کا راز

’’ان کو یہی حکم دیا گیا کہ وہ اللہ ہی کے لئے عبادت کو خالص کرتے ہوئے بالکل یکسو ہوکر اس کی عبادت کریں، پابندی سے نماز ادا کریں اور زکوۃ دیا کریں اور یہی درست دین ہے‘‘ (سورہ البینہ، آیت: ۵)

مطلب: تمام مخلوقات میں انسان اللہ رب العزت کی سب سے زیادہ محبوب ترین مخلوق ہے، اللہ کو اپنے اس بندہ سے غایت درجہ انس و محبت ہے، اس لئے رب کائنات نے اپنے اس بندہ کو مختلف طرح کی نعمتوں اور آسائشوں سے نوازا، اب اس محبوبیت کا تقاضا ہے کہ انسان اپنے معبود حقیقی کے حضور نیاز مندی کا اظہار کرے اور بلا اشتراک غیر اس کی اطاعت و فرماں برداری کو اپنی سعادت و خوش نصیبی سمجھے، یہی عشق و محبت کا تقاضا ہے کہ اس کے آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرے اور یہی عقیدہ دل میں جمائے کہ توحید والوہیت اور اتباع سنت کے بغیر اخروی نجات نہیں مل سکتی اور نہ ہی اس کے بغیر دین و دنیا میں سربلندی حاصل ہوسکتی ہے، امام بیہقی نے حضرت سفیان بن عیینہ کا قول نقل کیا ہے کہ اللہ کی قسم تم لوگ اس وقت تک دین کی چوٹی تک نہیں پہونچ سکتے جب تک کہ تمہارے نزدیک کوئی چیز بھی اللہ سے زیادہ پیاری نہ رہے اور جس نے قرآن مجید سے محبت کیا اس نے اللہ سے محبت کیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی محبت کو حاصل کرنے کی ترغیب اپنی امت کو دی اور اسی محبت کی تعلیم پچھلے انبیاء کرام علیہم السلام اپنی امت کو دیا کرتے تھے، اس میں خاص طور پر اہل کتاب یہود و نصاریٰ کو تو ایمان لے ہی آنا چاہئے تھا، کیوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نبی ہونا ان کی کتابوں میں لکھا ہوا ہے اور ان کی مذہبی کتابوں میں بھی یہی حکم دیا گیا تھا کہ وہ صرف اللہ کی عبادت کریں، نماز کی پابندی کریں اور زکوۃ دیا کریں، یہی اصل دین ہے، جو شروع سے چلا آرہا ہے اور اسی بات کی تعلیم محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی دیتے ہیں، مگر انہوں نے عناد و سرکشی کی راہ اپنائی اور جادۂ حق سے دور جا پڑے، اس لئے امت محمد یہ اس روش کو ہرگز نہ اپنائے، بلکہ کتاب و سنت کی روشنی میں اپنی زندگی گذارے، اسی میں اس کی کامیابی کا راز پوشیدہ ہے، مگر افسوس یہ ہے کہ اسلام کے صرف یہ معنی تصور کرتے ہیں کہ وہ چند واجبات وسنن ادا کرنے کے بعد آزاد ہے، اس نے اسلامی احکام کو مسجد تک محدود کرلیا اور مسجد سے باہر لایعنی شغل میں لگ گئے، جس کی وجہ سے اس کی انفرادی اور اجتماعی زندگی بے سمتی کا شکار ہوگئی، انہیں وجوہات کے باعث وہ زندگی کے دوڑ میں ہر جگہ پست نظر آتے ہیں، تعلیم کے میدان میں یہ سب سے پیچھے، صنعت و حرفت سے ان کے ہاتھ خالی، گویا کہ ہر میدان میں پسماندگی ہے، ان حالات کو بدلنے کی ضرورت ہے، اللہ پر یقین و بھروسہ، اعتماد و توکل کے ساتھ مضبوط قدموں سے آگے بڑھنے سے ہی کامیابی ملتی ہے، رب کائنات سے ہمارا رشتہ جتنا مضبوط و مستحکم ہوگا، مسائل زندگی اسی قدر حل ہوں گے، تو آیئے اپنے نفس کا محاسبہ کریں اور اصلاح حال کی کوشش کریں۔

دروغ گوئی سے بچیئے

’’حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے اپنی امت کے بارے میں سب سے زیادہ خطرہ چرب زبان منافقوں سے ہے‘‘ (مسند احمد، طبرانی)

وضاحت: انسان کے ہر قول و عمل کی درستی کی بنیاد یہ ہے کہ اس کے لئے اس کا دل اور اس کی زبان دونوں ہم آہنگ ہو جس کو صدق اور سچائی کہتے ہیں، یہ صفت جس شخص کے اندر پائی جائے گی، وہ بہت سی برائیوں سے محفوظ رہے گا اور سب کے لئے بھروسے کے قابل رہے گا اور سب سے بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ وہ اللہ کے یہاں اعزاز و اکرام سے نوازا جائے گا، ’’لِيَجْزِيَ اللّٰهُ الصّٰدِقِيْنَ بِصِدْقِهِمْ‘‘ اللہ سچ اترنے والوں کو ان کی سچائی کے عوض دیتے ہیں، عام طور پر صحیح اور درست بات کرنے والوں کو صادق کہا جاتا ہے، مگر شریعت اسلام میں اس کے معنی کے اندر بڑی وسعت و گہرائی ہے، اگر کسی کے کردار و عمل میں سچائی ہو تو وہ مومن بندہ اللہ کا محبوب بندہ ہوتا ہے، گویا یہ ایمان و اسلام کی بڑی علامت و نشانی ہے، اس کے برخلاف ہر قسم کا جھوٹ دل کے نفاق کے ہم معنی ہے، کیوں کہ صدق کی راہ سے ایمان اور نیکی کا جذبہ ابھرتا ہے اور جھوٹ کی راہ سے نفاق اور برائی کی خواہش پیدا ہوتی ہے، بہت سے لوگ اپنی قوت گویائی اور چرب زبانی سے لوگوں کے فکر و عقل کو اچک لیتے ہیں اور معاملے کے رخ کو اس طرح پھیر دیتے ہیں، گویا کہ ان کے دل کی آواز ہے، درانحالیکہ ان کے دلوں میں نفاق کے جراثیم بھرے پڑے ہیں، قیامت کے دن اللہ کے یہاں ہاتھ و پیر سب ان کے خلاف گواہی دیں گے: ’’يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ أَلْسِنَتُهُمْ وَأَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُم بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ‘‘ اس لئے حدیث شریف میں کہا گیا کہ ’’دروغ گو، چرب زبان منافق سے ہوشیار رہو، بیدار رہو، اب ذرا معاشرہ کا جائزہ لیجئے کہ اکثر دیکھا گیا کہ جو لوگ چرب زبان ہوتے ہیں وہ فضول باتیں کثرت سے کرتے ہیں اور یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ جو زیادہ بولتا ہے اس سے غلطیاں زیادہ ہوتی ہیں اور جن کی غلطیاں زیادہ ہوتی ہیں، اس کے گناہ بڑھ جاتے ہیں، انہیں بنیادوں پر آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے، اس کو چاہئے کہ اچھی اور بھلی بات کہے، ورنہ خاموش رہے، حضرت معاذ بن جبلؓ سے پوچھا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! کونسا عمل افضل ہے، تو آپؐ نے اپنی زبان نکالی اور اس پر اپنا ہاتھ مبارک رکھ دیا اور فرمایا کہ اس کو روکو، اس کی حفاظت کرو، گویا لایعنی اور غیر ضروری باتوں سے پرہیز کرو، جو کہ ایک شریف انسان کی صفت ہے، جب فضول باتوں سے ہی روکا گیا تو پھر بے جا چرب زبانی کے ذریعہ معاملہ کے رخ کو موڑنا شرافت انسانی کے خلاف ہونا ظاہر ہے اور مذکورہ حدیث میں اسی امر کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، تاکہ یہ امت کسی فتنہ میں نہ مبتلا ہو۔

دینی مسائل

مفتی احتکام الحق قاسمی

ایمان واسلام کی حقیقت کیا ہے؟

س: ایمان واسلام کسے کہتے ہیں، کیا ان دونوں میں کوئی فرق ہے؟

ج: ایمان کے معنی ہیں یقین کرنا، تصدیق کرنا، مان لینا اور شریعت کی اصطلاح میں ایمان کا مطلب ہے اس حقیقت کو تسلیم کرنا اور ماننا کہ اللہ ایک ہے، اس کے علاوہ کوئی معبود اور پروردگار نہیں، اس کے تمام ذاتی وصفاتی کمالات برحق ہیں، محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے آخری رسول اور نبی ہیں، ان کی ذات صادق و مصدوق ہے اور یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کتاب و سنت کی صورت میں اللہ کا جو آخری دین و شریعت لے کر اس دنیا میں آئے، اس کی حقانیت و صداقت شک وشبہ سے بالاتر ہے (مظاہر حق: ۱/۶۵) ’’الایمان فی اللغة التصدیق، وفی الشرع التصدیق بما جاء به النبی صلی الله علیه وسلم من عند الله‘‘ (شرح عقائد: ۱۲۰)

اور اسلام کے لغوی معنی، ماننے اور تابعداری کرنے کے ہیں اور شریعت میں کلمہ شہادت کا اقرار کرتے ہوئے اللہ کا مطیع وفرماں بردار بن کر اس کے اوامر کو بجالانے اور نواہی سے باز رہنے کا نام اسلام ہے۔

’’فنقول الاسلام فی اللغة الانقیاد والاذعان، وفی الشریعة الانقیاد لله بقبول رسوله علیه الصلوة والسلام بالتلفظ بکلمة الشهادة والاتیان بالواجبات والانتهاء عن المنکرات کما دل علیه جواب النبی صلی الله علیه وسلم‘‘ (عمدة القاری: ۱/۱۰۹، کتاب النوازل: ۱/۴۲۶)

ظاہری مفہوم و مصداق کے اعتبار سے تو یہ دونوں لفظ تقریباً یک مفہوم کے لئے استعمال ہوتے ہیں، لیکن اس اعتبار سے ان دونوں کے درمیان فرق ہے کہ ’’ایمان‘‘ سے عام طور پر تصدیق قلبی اور احوال باطنی مراد ہوتے ہیں، جبکہ ’’اسلام‘‘ سے اکثر و بیشتر ظاہری اطاعت وفرماں برداری مراد لی جاتی ہے، اس کو یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ ’’وحدانیت، رسالت اور شریعت کو ماننے اور تسلیم کرنے کا جو باطنی تعلق دل و دماغ سے قائم ہوتا ہے، اس کو ’’ایمان‘‘ سے تعبیر کرتے ہیں اور اس باطنی تعلق کا جو اظہار عمل جوارح کے ذریعہ ظاہری احوال سے ہوتا ہے، اس کو ’’اسلام‘‘ سے تعبیر کرتے ہیں، ویسے ایمان واسلام ایک دوسرے کے لئے لازم وملزوم ہیں، نہ تو ایمان کے بغیر اسلام معتبر ہوگا اور نہ اسلام کے بغیر ایمان کی تکمیل ہوگی، مثلاً کوئی شخص پانچوں وقت کی نماز بھی پڑھے، ہر سال زکوۃ بھی ادا کرے، استطاعت ہو تو حج بھی کرڈالے اور اسی طرح دوسرے نیک کام کرکے اپنی ظاہری زندگی کو اسلام کا مظہر بنائے ہوئے ہو، مگر اس کا باطن قلبی تصدیق وانقیاد سے یکسر خالی ہو اور کفر و انکار سے بھرا ہوا ہو تو اس کے یہ سارے اعمال بے کار محض قرار پائیں گے، اسی طرح اگر کوئی شخص ایمان یعنی قلبی تصدیق وانقیاد تو رکھتا ہے مگر عملی زندگی میں اسلام کا مظہر ہونے کے بجائے سرکشی و نافرمانی کا پیکر اور کافرانہ و مشرکانہ اعمال کا مجسمہ بنا ہوا ہے تو اس کا ایمان بارآور نہیں ہوگا۔ (مظاہر حق: ۱/۶۵)

ایمان واسلام کی اہمیت

س: ایمان واسلام کی قدر و قیمت اور اہمیت کیا ہے؟ جواب سے نوازیں۔

ج: دنیا میں جتنے بھی مذاہب ہیں، ان میں اللہ تعالیٰ کو صرف اور صرف مذہب اسلام منظور و مقبول ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ’’اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ‘‘ (آل عمران: ۱۹) اس کا صاف اور واضح اعلان ہے کہ: جو کوئی اسلام کے علاوہ کسی اور دین کو قبول کرے گا وہ اس کی جانب سے اللہ کے یہاں منظور نہیں کیا جائے گا اور اسے قیامت میں نقصان اٹھانا ہوگا: ’’وَ مَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَ هُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ‘‘ (آل عمران: ۸۵) مسلمان کے لئے یہ بات بڑی سعادت کی ہے کہ اس کا نام مسلمان خود پاک پروردگار نے رکھا ہے: ’’هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ‘‘ (سورة الحج: ۷۸) اور فرمایا کہ: تم مرنا تو مسلمان ہی مرنا: ’’وَ لَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ‘‘ (آل عمران: ۱۰۲)

مسلمانوں کے پاس ایک بہت قیمتی دولت ایمان کی ہے اور ایمان اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سب سے اعلیٰ و افضل اور سب سے قیمتی و محبوب ترین نعمت ہے، اگر دنیا کی ساری نعمتوں کو ترازو کے ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے اور دوسرے پلڑے میں صرف نعمت ایمان کو رکھا جائے تو ایمان کا پلڑا سب پر بھاری اور وزنی ہوگا، اسی وجہ سے دنیا میں جو صاحب ایمان ہیں وہ سب سے خوش نصیب انسان ہیں، اگرچہ ان کے پاس مال و اسباب نہ ہوں اور جو صاحب ایمان (مسلمان) نہیں ہیں، وہ سب سے بدنصیب انسان ہیں، اگرچہ ان کے پاس مال و اسباب کی بہتات ہو، ایمان کے بغیر دنیا کی زندگی چاہے تخت و تاج کے ساتھ کیوں نہ ہو بے حیثیت و بے حقیقت بلکہ جانوروں سے بھی بدتر ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ’’اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ () اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ الخ‘‘ (سورة العصر: ۲-۳) سارے کے سارے لوگ خسارے میں ہیں، سوائے ان کے جنہوں نے ایمان لایا اور نیک اعمال کئے... معلوم ہوا کہ کامیاب زندگی کا مدار ایمان پر اور ناکام زندگی کا مدار ایمان سے محرومی پر ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ’’جس کی موت ایمان پر ہو وہ جنت میں ضرور جائے گا: ’’ما من عبد قال لااله الا الله ثم مات علی ذالک الا دخل الجنة‘‘ (صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب الثیاب البیض: ۵۸۲۷)

اور جو ایمان سے محروم کافر و مشرک ہوکر مرے گا وہ جہنم میں جائے گا: ’’اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَ مَاْوٰىهُ النَّارُ‘‘ (المائدة: ۷۲)

’’عن عبد الله رضی الله عنه قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول: من لقی الله لایشرک به شیئاً دخل الجنة ومن لقیه، یشرک به دخل النار‘‘ (صحیح مسلم: ۲۷۰، باب لایشرک بالله شیئاً دخل الجنة ومن مات مشرکا دخل النار) (بقیہ صفحہ 11 پر)

امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار
نقیب

پھلواری شریف

جلد نمبر 63/73 شمارہ نمبر 05 مورخہ ۷/رجب المرجب ۱۴۴۴ھ مطابق ۳۰/جنوری ۲۰۲۳ء روز سوموار

قرآن کریم کی بے حرمتی

ناٹو می (NATO) ں سویڈن کی شمولیت کے مسئلہ پر ترکی نے سخت موقف اختیار کیا، اور جم کر ناٹو کے فوجی اتحاد میں اس کے شامل ہونے کی مخالفت کی، جس کی وجہ سے سویڈن کے دارالحکومت اسٹاک ہوم میں دائیں بازو کی اسٹرام کرس پارٹی کے رہنما راسموس پالوڈان نے 21/جنوری 2023ء کو ترکی کی سفارت خانے کے باہر ترکی کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے قرآن کریم نذر آتش کیا اور ترکی کے صدر رجب طیب اردوگان کی تصویروں کو بوٹوں سے روندا، قرآن شریف کی یہ بے حرمتی کسی بھی مسلمان کے لیے ناقابل برداشت ہے، چنانچہ پورا عالم اسلام اس وقت اس واقعہ کے خلاف سراپا احتجاج بنا ہوا ہے، ترکی، قطر، ایران، سعودی عرب، کویت، ایران اور پاکستان جیسے ممالک نے اس پر شدید برہمی کا اظہار کیا ہے، آذر بائی جان کے حکمراں، سینگال کے صدر میکی سال، عراق کے مقتدی صدر نے اپنے اپنے بیان میں اسے قابل مذمت عمل قرار دیا ہے، ہندوستان کی ملی تنظیموں نے وزیر اعظم سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ مسلمانوں کے جذبات کو سمجھے اور اس واقعہ پر سویڈن حکومت کے سامنے اپنی برہمی اور ناراضگی کا اظہار کرے۔ ترکی میں اس واقعہ پر احتجاج اور مظاہرے مسلسل جاری ہیں۔ سویڈن کے وزیر خارجہ ٹوبیاسی بلسٹروم نے اسے اسلام فوبک اشتعال سے تعبیر کیا ہے، انہوں نے کہا کہ ہمارے ملک میں اظہار رائے کی آزادی ہے، لیکن ایسا نہیں ہے کہ ہم اس قسم کے اقدام کی حمایت کرتے ہیں۔ اقوام متحدہ کے اعلیٰ نمائندہ میگل اینجل موراٹینوز کے ترجمان نے کہا کہ یہ مسلمانوں کی توہین ہے اور اسے اظہار رائے کی آزادی کا نام نہیں دیا جاسکتا، انہوں نے باہمی احترام کے فروغ اور پرامن معاشرہ کی تشکیل پر زور دیا، سویڈن کے وزیر اعظم الف کرسٹرسن نے بھی اس واقعہ کی مذمت کرتے ہوئے کہا کہ میں ان تمام مسلمانوں کے لیے اپنی ہمدردی کا اظہار کرنا چاہتا ہوں جنہیں آج اسٹاک ہوم میں ہونے والے واقعہ سے تکلیف پہونچی ہے۔

ظاہر ہے اس قسم کی گھناؤنی حرکت کے ذریعہ ترکی کو اپنے موقف سے ہٹایا نہیں جاسکتا، بلکہ اس عمل سے دوریاں اور بڑھیں گی، چنانچہ اس کا اظہار ترکی نے سویڈن کے وزیر دفاع پال جانسن کے ترکی دورے کو منسوخ کر کے شروع کر دیا ہے، ترکی کا کہنا ہے کہ اس عمل کے بعد یہ دورہ اپنی اہمیت اور معنویت کھو چکا ہے۔ اس سلسلے میں پال جنسن نے جرمنی کے شہر راسٹین میں ترک وزیر دفاع ہلوسی آکار سے امریکی فوجی اڈے پر ملاقات کی، لیکن اس کا کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوا یہاں اس حقیقت کا اظہار بھی ضروری ہے کہ واقعہ کے صحیح ہونے کے باوجود اس واقعہ کا جو ویڈیو سوشل میڈیا پر گشت کر رہا ہے وہ سویڈن کا نہیں۔ کہیں اور کا ہے سوشل میڈیا پر پہلے بھی ایسا ہوتا رہا ہے۔

جنتر منتر پر دنگل

ہندوستان کی نامور خواتین پہلوانوں نے؛ جنہوں نے غیر ملکی کھیلوں میں ہندوستان کو کئی تمغے اور گولڈ میڈل دلوائے، وہ اچانک اپنے اپنے اکھاڑوں سے نکل کر ڈبلو وائی فائی آئی (ریسلنگ فیڈریشن انڈیا) کے خلاف جنتر منتر دہلی میں تین دنوں تک دھرنا پر بیٹھے ورلڈ ریسلنگ فیڈریشن آف انڈیا سوئزرلینڈ میں قائم تنظیم یوڈبلوڈبلو کی ایک ذیلی شاخ ہے یو ڈبلوڈبلو بین الاقوامی سطح پر اولمپک کامن ویلتھ اور دولت مشترکہ ممالک کے کھیلوں کی نگرانی کا کام کرتی ہے، جس طرح عدالت کے جج صاحبان کا ایک بار پریس کانفرنس میں عدلیہ کے طریقہ کار پر سوال اٹھانا چونکانے والا تھا، اسی طرح ان پہلوانوں کا جنتر منتر پر آکر دھرنا پر بیٹھ جانا خلاف توقع تھا اور ہر خلاف توقع کام میڈیا کی توجہ اپنی طرف مبذول کرالیتا ہے، سو اس مسئلہ میں بھی ایسا ہی ہوا، ملک اور بیرون ملک کے ذرائع ابلاغ نے اس معاملے کی اس قدر تشہیر کی کہ وزیر کھیل کو پہلوانوں سے کم از کم دو دور کی بات کرنی پڑی وزارت نے جانچ کمیٹی بنائی تب اتھیلٹک جنتر منتر سے ہٹے، لیکن اس واقعہ سے ہندوستان کی جو کرکری پوری دنیا میں ہوئی اس کی تلافی ظاہر ہے جانچ کمیٹی نہیں کر سکے گی۔

ان پہلوانوں نے عاجز آکر ڈبلو ایف آئی کے سربراہ صدر برج سنگھ کے خلاف مورچہ کھولا، برج بھوشن سنگھ بھاجپا کے چھ بار سے پارلیمنٹ میں ممبر اور فیڈریشن کے صدر ہیں، مرکز کی اعلی قیادت کے چہیتوں میں ان کا شمار ہوتا ہے، اس لیے فوری طور پر انہیں استعفیٰ دینے پر نہ تو مجبور کیا جاسکا اور نہ ہی انہیں برطرف کیا گیا، جب پہلوانوں نے دھرنے سے ہٹنے کا نام نہیں لیا تو وزارت کھیل حرکت میں آئی اور وزیر کھیل انوراگ ٹھاکر نے باکسر میری کوم کی سربراہی میں پانچ (۵) ارکان پر مشتمل جانچ کمیٹی کی تشکیل کر دی، یہ کمیٹی چار ہفتوں میں اپنی رپورٹ وزارت کو سونپے گی اور اس کے جانچ کے دائرے میں جنسی استحصال، معاشی اور انتظامی غیر قانونی حرکتیں بھی شامل ہوں گی، اس دوران عملی طور پر برج بھوشن سنگھ کو فیڈریشن کے کام سے روک دیا گیا، تاکہ جانچ میں کسی قسم کی رکاوٹ نہ پیدا ہو، کمیٹی کے دیگر ارکان میں اولمپک میڈلسٹ پہلوان یگیشور دت، سابق بیڈمنٹن کھلاڑی اور مشن اولمپک سیل کی رکن ترپتی مرگنڈے، ٹاپس کے سابق سی او اوراج گوپالن اور اسپورٹ اتھارٹی آف انڈیا (ایس، اے، آئی) کی سابق ایگزیکٹو ڈائرکٹ رادھیکا ستریمن کے نام شامل ہیں۔

پارلیمنٹ رکن برج بھوشن سنگھ کی تصویر سماج میں صاف ستھری نہیں ہے، اس پر کئی جرم کے الزام میں مقدمات چل رہے ہیں، انیس سونوے کی دہائی میں وہ ٹاڈا کے تحت جیل میں بھی رہ چکا ہے، وہ ایک پہلوان کو اسٹیج پر مار بھی چکا ہے۔

برج بھوشن پر سب سے بڑا اور سنگین الزام یہ ہے کہ اس نے خاتون پہلوانوں کو جنسی طور پر ہراساں کیا ہے، جو خواتین برج بھوشن سے بچ گئیں وہ مختلف کوچس کی ہراسانی کا شکار ہوئیں، ملک کے لیے ورلڈ چمپئن شپ، کامن ویلتھ گیمز اور ایشین گیمز میں ملک کے لیے سب سے زیادہ تمغے حاصل کرنے والی معروف ہندوستانی خاتون پہلوان کا ونیش پھوگاٹ کا یہ الزام ہمارے نظام تربیت کی خامی اور استاذ وشاگرد کے مقدس رشتوں کو پامال کرنے والا ہے، یہ انتہائی افسوسناک اور شرمناک ہے، یہ تعداد بقول ونیش پھوگاٹ ایک دو نہیں دس بارہ کے درمیان ہے اور وقت آنے پر اسے ثابت کیا جاسکتا ہے، ونیش پھوگاٹ اور دوسری خواتین پہلوانوں نے یہ دھمکی بھی دے ڈالی ہے کہ اگر برج بھوشن سنگھ کو برطرف نہیں کیا گیا تو وہ بین الاقوامی کھیلوں میں حصہ نہیں لیں گی۔ خواتین کھلاڑیوں کی جانب سے ذمہ داروں پر اس قسم کے الزامات پہلے بھی لگتے رہے ہیں، اسی سال صرف 18 دن قبل ہریانہ کے وزیر کھیل اور ہندوستانی ہاکی ٹیم کے سابق کپتان سندیپ سنگھ پر چنڈی گڑھ پولیس نے ایف آئی آر درج کیا تھا، یہ ایف آئی آر ایک خاتون کوچ کی شکایت پر درج کیا گیا تھا، جس میں انہوں نے سندیپ سنگھ پر جنسی استحصال اور ڈرانے دھمکانے کا الزام لگایا تھا، بات اس قدر آگے بڑھی کہ وزیر موصوف کو اپنے عہدے سے استعفیٰ دینا پڑ گیا، اس کے قبل بھی اولمپک میں وزن اٹھانے کا مقابلہ کرنے والی خاتون کرنم ملیشوری نے کچھ ایسے ہی حالات کا ذکر کرتے ہوئے اپنی فکرمندی کا اظہار کیا تھا، جس کے نتیجہ میں تربیت دینے والے (کوچ) رمیش ملہوترہ کو معطل کر دیا گیا تھا، اور ان کا نام مجوزہ ایوارڈ سے بھی نکال باہر کیا گیا تھا۔ یہاں پر اس حقیقت کا اظہار بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان میں کل چھپن (56) کھیل تنظیمیں سرکار سے منظور ہیں، جو کھیل اور کھلاڑیوں سے متعلق امور کی انجام دہی اور اس کی ترویج وترقی کے لیے کام کرتی ہیں، بدقسمتی سے ان میں سے سینتالیس (۴۷) فی صد کے سربراہ سیاسی لوگ ہیں، المیہ یہ بھی ہے کہ اولمپک میں تمغہ حاصل کرنے والے پہلوان سوشیل کمار اور ماضی میں کرکٹر اور حال کے سیاسی لیڈر نوجوت سنگھ سدھو قتل کے معاملہ میں جیل کی سلاخوں کے پیچھے ہیں۔ بظاہر اس دنگل کا اختتام برج بھوشن سنگھ کی رخصتی پر ہوتا نظر آتا ہے کیوں کہ وزارت کھیل اور ہندوستان کی مرکزی حکومت نہیں چاہے گی کہ پیرس اولمپک میں خواتین پہلوان حصہ نہ لیں، جس کو اب صرف ڈیڑھ سال رہ گیے ہیں، آزادی کے پچھتر سالوں میں ہم نے جو اولمپک میں پینتیس (35) تمغے حاصل کیے ہیں، ان میں ہاکی کے بعد کشتی کے ذریعہ ہی ہماری جھولی میں آئے ہیں اور ان تمغوں کے سہارے ہی ہم کھیل کی دنیا میں سینہ پُھلا کر چل رہے ہیں، اس لیے دانشمندی یہی ہے کہ ہم برج بھوشن کو بچانے کے چکر میں کھیل کا کواڑہ نہ کریں اور خواتین پہلوانوں کے ساتھ انصاف کیا جائے۔

ہلدوانی اور جوشی مٹھ

اتراکھنڈ کے دو بڑے شہران دنوں سرخیوں میں ہیں، ایک ہلدوانی، دوسرا جوشی مٹھ، و دنوں کی تاریخی حیثیت و اہمیت ہے اور دونوں سیاحوں کی توجہ کا مرکز ہر دور میں رہے ہیں، پہلے معاملہ ہلدوانی کا اٹھا تھا، وہاں کی غفور کالونی میں گذشتہ ستر پچھتر سال سے لوگ بود وباش رکھتے ہیں، کالونی کے آباد ہونے کے بعد سے تیسری نسل اب یہاں رہائش پذیر ہے، کم وبیش پچھتر ہزار کی آبادی پر مشتمل اس کالونی میں مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہے، سرکاری طور پر یہ کہا گیا کہ یہ کالونی غیر قانونی طور پر ریلوے کی زمین پر آباد ہے، اس لیے بلڈوزر چلا کر اسے ویرانہ بنانا ہے، تیاری ساری کر لی گئی تھی، بلڈوزر کا رخ کالونی کی طرف ہو گیا تھا، ناامید ہو کر وہاں کے مکینوں نے احتجاج شروع کر دیا، وہ لوگ اس کے لیے بھی تیار ہو گئے کہ بلڈوزر پہلے ہمارے جسم وجاں پر چلے گا، پھر ہمارے مکانوں تک پہونچے گا، پوری دنیا کی میڈیا اس طرف متوجہ ہوئی اور سوالات کھڑے ہونے شروع ہوئے کہ اگر یہ غیر قانونی ہے تو وہاں سرکاری اسکول، شفاخانے کس طور قائم ہوئے، بجلی اور پانی کی سرکاری سپلائی کا نظام کس بنیاد پر ہے، کثیر منزلہ عمارتیں یک بارگی تو نہیں بنیں، انہیں سرکاری کارندوں کی تحریری یا زبانی رضامندی کس طور حاصل ہوئی، ان سوالات کا کوئی جواب نہ تو محکمہ ریلوے کے پاس تھا اور نہ ہی حکومت کے پاس، احتجاج جاری رہا، کچھ لوگ اللہ کی طرف رجوع ہوئے اور کچھ سپریم کورٹ کی طرف، سب کی محنت رنگ لائی اور سپریم کورٹ نے بلڈوزر کی کارروائی پر روک لگادی، عدالت نے واضح طور پر یہ بات کہی ہے کہ ساٹھ ستر ہزار لوگوں کو صرف سات دن میں مکان خالی کرنے کا نوٹس دے کر اجاڑا نہیں جاسکتا، یہ انسانیت کے خلاف ہے، اس ٹھنڈ میں وہ کہاں جائیں گے۔ اس لیے سرکار کو چاہیے کہ وہ غفور کالونی کے مکینوں کی بازآبادکاری کے لیے پہلے منصوبہ بنائے اور جب وہ نقل مکانی کی پوزیشن میں سرکاری امداد وراحت رسانی سے پہونچ جائیں تو زمین خالی کرائی جاسکتی ہے، سپریم کورٹ کا یہ فیصلہ عبوری ہے، سماعت جاری رہے گی، لیکن وقتی طور پر لوگوں کو اس فیصلے سے راحت ملی ہے۔

ہلدوانی معاملہ کی بازگشت ابھی ختم نہیں ہوئی تھی کہ جوشی مٹھ کی زمینیں پاؤں کے نیچے سے کھسکنے لگیں، مکانوں میں دراڑیں پڑنے لگیں اور کسی بھی وقت مکان کے گرنے اور مکینوں کے اس میں دب جانے کے خطرہ نے سر اٹھانا شروع کیا، ہندوؤں کے نزدیک یہ ایک مقدس شہر ہے، زائرین کی کثرت کی وجہ سے یہاں کثیر منزلہ ہوٹل ہیں، ان میں جب دراڑیں پڑنے لگیں تو اسے زمیں بوس کر دیا گیا اور وہاں کی آبادی کو سرکاری طور پر دوسری جگہ منتقل کرنے اور انہیں گذارا بھتہ دینے کا عمل جاری ہے، اتراکھنڈ کی ریاستی حکومت اور مرکز کی مودی حکومت ان حالات سے نمٹنے اور اس شہر کو بچانے کے لیے سرگرم عمل ہے، لیکن زمین اور مکانوں میں دراڑیں مسلسل آرہی ہیں، پاور پلانٹ بھی یہاں کا خطرے میں ہے اور شہر میں بجلی کسی وقت بھی غائب ہوسکتی ہے، نیا پاور پلانٹ بنانا خرچیلا بھی ہے اور وقت طلب بھی، ماہرین کی رائے ہے کہ مسلسل سرنگوں کے کھودنے اور غیر قانونی کھدائی کی وجہ سے یہ مصیبت آئی ہے، اور اب یہ شہر اس لائق نہیں ہے کہ یہاں لوگوں کو تحفظ فراہم کیا جاسکے، یہ انسانی بس کی بات نہیں ہے، انسانوں نے اپنے ہاتھوں اس مصیبت کو دعوت دی ہے اور یہ معاملہ اس قدر بڑھ گیا ہے کہ شہر خالی کرا کر ویرانہ میں تبدیل کر دینا ہی اس کا واحد حل ہے، حقوق انسانی کی بعض تنظیمیں متاثرین کی مدد کے لیے آگے آئی ہیں، وہ مالی مدد تو فراہم کر سکتی ہیں، لیکن زمینوں کے کھسکنے کو روکنا ان کے بس میں بھی نہیں ہے۔

معاملہ ہلدوانی کا ہو یا جوشی مٹھ کا، دونوں جگہ انسان ہی بستے ہیں اور ہر دو شہر کے باشندوں کی پریشانیوں سے ہمیں بھی پریشانی ہے اور ہماری خواہش ہے کہ اس کا حل جلد نکل آئے، لیکن دونوں کی نوعیت کو سامنے رکھنا چاہیے، غفور کالونی کو اجاڑنے کے لیے انسان کمربستہ ہے، جبکہ جوشی مٹھ کو اختتام تک پہونچانے کے لیے قدرتی طور پر انتظام ہو گیا ہے، انسانوں کے فیصلے تو بدل جاتے ہیں، جیسا غفور کالونی معاملہ میں سپریم کورٹ نے کیا، لیکن جب قدرت انتقام لینے پر آتی ہے تو اس کا کوئی انسانی حل کارگر نہیں ہوتا، ملکوں کے آباد اور ویران ہونے کی تاریخ ہمیں یہی بتاتی ہے۔ "فاعتبروا یاٰولی الابصار"

یادوں کے چراغ : مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

مولانا عبداللہ رحمانی قاسمیؒ

امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کی مجلس ارباب حل وعقد کے رکن، مدرسہ اسلامیہ چھٹہی ہنومان نگرسوپول کے سابق صدر مدرس، مدرسہ اٹکی رانچی اور ترہت اکیڈمی سمستی پور کے سابق استاذ، شاہی عیدگاہ بیگم پورسمستی پور کے امام وخطیب، حضرت مولانا محمد عارف ہرسنگھ پوری کے بڑے پوتا، جید عالم دین، استاذ الاساتذہ حضرت مولانا عبداللہ رحمانی قاسمی ہرسنگھ پوری حال مقام وارڈ نمبر 14، رام نگرسمستی پور نے 23 جمادی الاخریٰ 1444ھ مطابق 16 جنوری 2023ء بروز پیر صبح کے آٹھ بجے سمستی پور واقع اپنے مکان میں جان، جان آفرین کے سپرد کردیا، اہلیہ کا انتقال 2007 میں پہلے ہی ہو چکا تھا، پسماندگان میں دو صاحب زادے؛ فضل الرحمٰن، حفظ الرحمٰن اور چار صاحب زادیوں کو چھوڑا، جنازہ کی نماز دوسرے دن بروز منگل صبح کے دس بجے مولانا مظہر الحق ٹیچرس ٹریننگ کالج متھراپور کے وسیع میدان میں ان کے حقیقی چھوٹے بھائی حضرت مولانا سعداللہ صاحب صدیقی سابق مہتمم مدرسہ رحمانیہ سوپول دربھنگہ نے پڑھائی، اس موقع سے علماء، صلحاء، صوفیاء کے ساتھ بڑی تعداد میں عام مسلمانوں نے شرکت کی اور جنازہ کے بعد ان کو لحد تک پہونچایا، امیر شریعت حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی دامت برکاتہم کے حکم پر امارت شرعیہ کے ایک مؤقر وفد نے مولانا مفتی محمد انظار عالم قاسمی قاضی شریعت کی قیادت میں جنازہ اور تجہیز وتکفین میں شرکت کی، اس وفد میں نائب قاضی شریعت مولانا مفتی وصی احمد قاسمی، مولانا سید محمد عادل فریدی اور قاضی شریعت سمستی پور مولانا مفتی امان اللہ قاسمی شریک تھے۔ مولانا مظہر الحق ٹیچر ٹریننگ کالج متھراپور کے احاطہ میں تدفین عمل میں آئی۔

مولانا عبداللہ رحمانی قاسمی بن مولانا عبدالرحمٰن (م 1982) بن حضرت مولانا محمد عارف صاحب ہرسنگھ پوری (متوفی 9 صفر 1363ھ مطابق 13 فروری 1924) بن شیخ بلاغت حسین بن امداد حسین عرف نبدی بابو بن شیخ خیرات علی بن شیخ منشی حسن یار وکیل بن شیخ ہبۃ اللہ کی ولادت 1929ء میں ہرسنگھ پور ضلع دربھنگہ میں ہوئی، مولانا کی نانی ہال محمد پور مبارک عرف آوارہ بنگرا، ضلع مظفر پور تھی، نانا کا نام علی حسن تھا، جو سروے آفس میں امین تھے، بعد میں مولانا کی نانی روپس پور دھمسائن ضلع دربھنگہ نقل مکانی کرکے جا بسیں، مولانا کے دو ماموں مولانا غزالی اور مولانا نظیر حسن کا شمار علاقہ کے بڑے عالموں میں ہوتا تھا۔ ابتدائی تعلیم گھر پر والد ماجد مولانا عبدالرحمٰن صاحب ہرسنگھ پوری اور مولوی امداد حسین سے حاصل کرنے کے بعد مولانا نے پہلے باقر خاں کے مدرسہ آشاپور، مدرسہ امدادیہ دربھنگہ، مدرسہ رحمانیہ سوپول اور پھر جامعہ رحمانی مونگیر کے اساتذہ علم وفن کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا، اعلیٰ تعلیم کے لیے دیوبند تشریف لے گئے اور وہاں شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ سے بخاری شریف پڑھ کر 1955 میں سند فراغ حاصل کیا، انہوں نے دارالعلوم دیوبند میں قیام کے دوران حضرت مولانا اعزاز علی اور مولانا نصیر احمد خان رحمہما اللہ سے بھی کسب فیض کیا۔ مولانا کے رفقاء درس میں حضرت قاضی مجاہدالاسلام قاسمیؒ کا نام سب سے نمایاں ہے، ان کے علاوہ حضرت مولانا ابوظفر رحمانی، حضرت مولانا اکرام اور مولانا سعید احمد سابق معاون قاضی امارت شرعیہ بھی آپ کے رفیق درس تھے۔

تدریسی زندگی کا آغاز اپنے چھوٹے چچا مولانا ولی الرحمٰن صاحب ہرسنگھ پوری (م 2001) کے قائم کردہ مدرسہ اسلامیہ چھٹہی ہنومان نگرسوپول سے کیا، کوئی بارہ سال 1971ء تک یہاں بحیثیت صدر مدرس خدمت انجام دیتے رہے، چھٹہی ہنومان نگر میں مسلمانوں کے درمیان جو بدعات ان دنوں رائج تھیں ان میں ایک بدعت تعزیہ سازی اور اس کے مروجہ ملحقات تھے، مولانا نے یہاں قیام کے دوران اس بدعت کے زور کو توڑنے، بلکہ ختم کرنے کی مثالی جد وجہد کی اور اس مہم میں بڑی حد تک وہ کامیاب رہے۔ چھٹہی مدرسہ اسلامیہ چھوڑنے کے بعد دو سال مدرسہ اٹکی رانچی میں پڑھایا اس کے بعد ترہت اکیڈمی سمستی پور میں فارسی زبان وادب کے استاذ کی حیثیت سے بحال ہو گیے، اور مدت ملازمت پوری کرکے یہیں سے سبکدوش ہوئے۔ مولانا کی سسرال داؤد نگر سمستی پور تھی، حضرت مولانا محمود صاحب کی دختر نیک اختر سے آپ رشتۂ ازدواج میں منسلک ہوئے، مولانا محمود صاحب شاہی عیدگاہ بیگم پور کے خطیب وامام عیدین تھے، مولانا کے انتقال سے جب یہ جگہ خالی ہوئی تو لوگوں کی توجہ حضرت مولانا عبداللہ رحمانی قاسمی کی طرف گئی، جن کی صلاحیت وصالحیت کا چرچا ہر خاص وعام کی زبان پر تھا، چنانچہ مولانا بیگم پور شاہی عیدگاہ کے خطیب اور امام عیدین مقرر ہوئے اور پوری زندگی، کوئی بتیس سال تک انتہائی ذمہ داری کے ساتھ فی سبیل اللہ اس کام کو انجام دیتے رہے۔

مولانا عبداللہ صاحب اپنے خاندانی روایتوں کے امین تھے، ان کا علم پختہ تھا اور تقویٰ طہارت میں شہر کے ممتاز ترین لوگوں میں آپ کا شمار ہوتا تھا، مولانا کی وابستگی یوں تو عصری تعلیم کے ادارہ سے تھی، لیکن رکھ رکھاؤ، وضع قطع، شریعت کی پاسداری، دینی حمیت اور جذبۂ اصلاح معاشرہ میں کبھی کمی نہیں آئی، خود شاعری تو نہیں کرتے تھے، لیکن شعراء کے سینکڑوں اشعار ان کے حافظہ کی گرفت میں تھے، اقبال کے شیدائی تھے اور ان کے اشعار خاص لطف وکیف کے ساتھ حسب موقع پڑھا کرتے تھے، طبیعت میں لطافت تھی اور خشیت الٰہی نے ان کے قلب کو نرم اور دماغ میں تواضع اور انکساری کو جاگزیں کر دیا تھا، وہ اچھے خطیب تھے، آج کے پیشہ ور مقرروں کی طرح ان کی خطابت میں گھن گرج نہیں ہوتی تھی اور نہ ہی اعضاء وجوارح (باڈی لنگویج) کا وہ زیادہ استعمال کرتے تھے، لیکن خلوص سے نکلے ہوئے الفاظ لوگوں کے دلوں پر اثر انداز ہوتے تھے، عوامی اور درسگاہی زندگی میں خفگی ان کا شعار نہیں تھا، وہ بات نرمی سے کہنے کے عادی تھے، ڈانٹنا، بگڑنا، تنبیہ کرنا ان کے مزاج کا حصہ نہیں تھا، مولانا باخبر عالم دین تھے، ان کی نگاہ عالم اسلام کے رست وخیز اور سیاسی حالات پر گہری تھی وہ اسلام پسندوں کے غلبوں سے خوش ہوتے تھے، اور اسلام دشمن کارروائیوں پر ان کا دل روتا تھا، جو اصلا کامل ایمان کی پہچان ہے، کیوں کہ مؤمن جسد واحد کی طرح ہے، جب کسی ایک عضو میں کانٹا چبھتا ہے تو دماغ تکلیف محسوس کرتا ہے، زبان اف اف کرتی ہے اور آنکھیں آنسو بہانے لگتی ہیں، مولانا کی کیفیت بھی کچھ اسی طرح کی ہوا کرتی تھی۔

میرا سمستی پور سے گہرا رشتہ رہا ہے، میں نے تدریسی زندگی کا آغاز دارالعلوم بربٹہ سے کیا تھا، جتوار پور، چاند چوڑ وغیرہ رشتہ داری کی وجہ سے آنا جانا رہا، سمیع خان مرحوم جب تک زندہ تھے، سمستی پور کھینچ لیا کرتے تھے، اس طرح مختلف موقعوں سے ان سے ملاقات کی سعادت مجھے بھی ملی، لیکن عجیب وغریب بات ہے کہ کبھی کسی نے ان کا تعارف خانوادہ ہرسنگھ پور کے گل سرسبد کی حیثیت سے نہیں کرایا، اس کا مطلب یہ ہے کہ مولانا کی شناخت اپنی تھی اور سمستی پور کے لوگ ان کے تعارف میں خاندانی عظمت کا ذکر ضروری نہیں سمجھتے تھے، مولانا جید عالم دین تھے، اس حیثیت سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ **موت العالِم، موت العالَم.**

اللہ کا بڑا فضل اور کرم ہے کہ مولانا کے دو حقیقی بھائی حضرت مولانا سعد اللہ صاحب صدیقی اور مولانا ظفر اللہ صاحب رحمانی دامت برکاتہم حیات سے ہیں اور یہ حقیر ان دونوں حضرات کی شفقت اور لطف وعنایت سے بہرہ ور ہوتا رہا ہے، حضرت مولانا ظفر اللہ صاحب رحمانی حفظہ اللہ کی پوسا رہائش گاہ میں جو کتابیں تھیں خود سے میرے لڑکے نظر الہدیٰ قاسمی کو بلا کر نور اردو لائبریری حسن پور گنگھٹی ویشالی کے لیے حوالہ کیا، اس سے زیادہ اعتماد کی بات اور کیا ہو سکتی ہے۔ اللہ مولانا عبداللہ صاحب کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل دے۔ آمین

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پر روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

کتابوں کی دنیا : مولانا رضوان احمد ندوی

(تبصرہ کے لئے کتابوں کے دو نسخے آنے ضروری ہیں)

نگارخانۂ کولکاتہ

جناب ڈاکٹر امام اعظم ڈی لٹ، ریجنل ڈائریکٹر مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسیٹی کولکاتہ ایک بالغ نظر ادیب وانشاء پرداز اور بلند پایہ نقاد کی حیثیت سے اپنی خاص شناخت بنا چکے ہیں، دراصل ان کی شہرت ومقبولیت اردو جریدہ ''تمثیل نو'' دربھنگہ کے مدیر اعزازی کی حیثیت سے زیادہ رہی ہے، جس میں شائع ان کی ادبی نگارشات، تحقیقی وتنقیدی مضامین ومنظومات نے اصحاب ذوق وشوق کو اپنا گرویدہ بنا لیا ہے، یہ ہیچ منداں بھی اسی ادبی رسالہ کے باعث ان کا گرویدہ بنا اور عرصہ تک تمثیل نو میرے زیر مطالعہ رہا، جس سے ڈاکٹر صاحب کی علمی وادبی سرگرمیوں سے واقفیت ہوتی رہتی تھی ادھر چند سالوں سے جریدہ دیکھنے میں نہیں آ رہا ہے، آپ زود نویس بھی ہیں اور خوش نویس بھی، ان کی اب تک کم وبیش دو درجن کتابیں منصۂ شہود پر آ چکی ہیں۔ ابھی حالیہ مہینوں میں ان کی ایک نئی علمی کاوش ''نگارخانۂ کولکاتہ'' منظر عام پر آئی ہے، مجھے جھٹکے میں اس کا ایک نسخہ دستیاب ہوا جس کے مشمولات ومضامین اور ادبی وتنقیدی شہ پاروں نے دل ودماغ کو متاثر کیا، دراصل اس کتاب میں فاضل مصنف نے 25 ادیبوں اور ناقدوں کے علمی، ادبی، تحقیقی وتنقیدی اور فنی کمالات کی عمدہ تصویر کشی کی ہے، ان میں خصوصیت کے ساتھ شہر کولکاتہ کی علمی شخصیات کے فکر وفن کا جائزہ لیا گیا اور اسی مناسبت سے نگار خانہ کولکاتہ (یعنی تصویر خانہ) نام رکھا گیا جس سے کولکاتہ کے ادبی کلچر کی حقیقی عکاسی ہوتی ہے۔ اردو زبان وادب کا ایک المیہ یہ ہے کہ ہمارے اکثر نقاد وفنکار یا تو میر، غالب، اقبال پر لکھتے ہیں، یا پھر اپنے مکتب فکر کے کسی نقاد وادیب اور شاعر پر خامہ فرسائی کرتے ہیں، الا ماشاءاللہ ڈاکٹر صاحب یہ محسوس کر رہے تھے کہ اردو کے اکثر ناقدین گمنام یا غیر متعارف ادبا شعراء اور فنکار کو نظر انداز کر رہے ہیں، اس لئے انہوں نے اس کتاب میں نامور اصحاب کے ساتھ چند ایسے جدید نقاد اور اصحاب فضل وکمال کے فکر وفن کو اجاگر کیا ہے، جنہیں زمانہ بھلا نہ دے، چنانچہ انہوں نے شاکر کلکتوی کے بارے میں خود لکھا کہ شاکر کو اردو کے ناقدوں اور محققین نے نظر انداز کیا۔ لیکن ان کا اسلوب سخن، انداز فکر اور طرز بیان آج بھی ہمیں اپنی عظمت کا احساس دلاتا ہے۔ (صفحہ ٧٦)

زیر تبصرہ کتاب مختلف النوع ادباء ونقاد کے نقطہائے نظر کا ایک حسین گلدستہ ہے۔ مصنف نے کتاب کا آغاز پیش نامہ سے کیا، اس کے بعد کولکاتا میں اردو صحافت کے عنوان سے ایک تحقیقی مضمون مختصر ہونے کے باوجود نہایت ہی جامع انداز میں سپرد قلم کیا۔ پھر اصل موضوع پر ان کی ادبی نگارشات ہیں، معروف شخصیات میں جناب عبدالحلیم شرر اور فردوس بریں، مولانا آزاد، فکر وعمل کے چند درخشاں پہلو، مظہر امام کی شاعری، مظفر حنفی کی شاعری کا منفرد آہنگ وغیرہ اور غیر معروف اصحاب میں شاکر کلکتوی، منفرد احساس کا شاعر، صدیق عالم، سجاد شاکری شکیل افروز، ایس ایم آرزو وغیرہ کی علمی، ادبی اور فنی شخصیت پر اظہار خیال کیا ہے، مصنف کو زبان وبیان پر مہارت آرائی کا خاص ملکہ حاصل ہے، عبارتیں رواں، سلیس اور اس قدر آراستہ وپیراستہ ہے کہ اس کی دل کشی اور جاذبیت قاری کو محسوس کروا دیتی ہے، مثلا ایس ایم آرزو کی مزاح نگاری پر کلام کرتے ہوئے مزاح کے بارے میں لکھا کہ، مزاح تخلیقی شعور کے نہایت نازک توازن سے وجود میں آتا ہے، اس کے لئے اعلیٰ تخلیقی صلاحیت، غیر معمول قوت اختراع اور زبان کی حیرت انگیز اداشناسی ضروری ہوتی ہے، اور ان پر قدرت حاصل کرنے کے لئے پورے شعوری بلوغ، فنکارانہ تحمل، جودت فکر کے ساتھ ساتھ زندگی سے گہری وابستگی اور تلخ وترش کو خندہ پیشانی سے اپنے وجود میں جذب کر لینے کی صلاحیت بھی درکار ہوتی ہے۔ (صفحہ ۱۹۲)

ان عبارتوں سے آپ نے خود اندازہ کر لیا ہوگا کہ مصنف کو تشبیہات واستعارات کے برمحل استعمال پر کس قدر کمال درجہ قدرت حاصل ہے۔ گویا ذہن زرخیز اور قلم بے ساختہ لکھنے کا عادی ہے، اس لئے جناب ڈاکٹر دبیر احمد صدر شعبہ اردو مولانا آزاد کالج کلکتہ نے لکھا کہ موصوف اردو ادب میں اپنی انفرادیت کا لوہا منوا چکے ہیں، انہوں نے اتنی تیزی سے ادب کی خدمت کی ہے کہ رشک آتا ہے، اس لئے کتاب کے گرد پوش کے آخری صفحہ پر ف، س، اعجاز مدیر ماہنامہ انشاء کلکتہ نے کتاب اور مصنف کتاب کو ان کے ادبی مضامین پر بھرپور داد تحسین دیا ہے، جنہیں میں بھی قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہوں اور مصنف کو کتاب کی اشاعت پر مبارکباد پیش کرتا ہون۔ مصنف کا یہ مجموعہ مضامین اردو اکادمی مغربی بنگال کے مالی تعاون سے زیور طبع سے آراستہ ہوا ہے، کاغذ بھی عمدہ ہے اور طباعت بھی معیاری ودیدہ زیب، دو سو صفحات پر مشتمل اس مجموعہ کی قیمت ۱۵۰ روپے رکھی گئی ہے، اصحاب ذوق اردو زبان وادب سے خصوصی دلچسپی رکھنے والتے شائقین کو ضرور مطالعہ کرنا چاہیے۔ خواہشمند حضرات پٹنہ دربھنگہ، سمستی پور اور مغربی بنگال کے کتب خانوں سے رابطہ کریں، یا براہ راست مصنف کتاب کے موبائل نمبر 8902496545 پر گفت وشنید کریں۔

حکایات اہل دل

حضرت عمرؓ کا ایک بڑھیا کی خدمت کا واقعہ

ایک مرتبہ حضرت طلحہؓ گھر سے باہر نکلے تو کیا دیکھتے ہیں کہ سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایک گھر میں تشریف لے گئے، پھر تھوڑی دیر کے بعد نکل آئے، دوسرے دن طلحہؓ اس گھر میں آئے، جس میں حضرت عمرؓ کو داخل ہوتے ہوئے دیکھا تھا، دیکھا کہ ایک بڑھیا بیٹھی ہوئی ہے، طلحہؓ نے ان سے پوچھا کہ آخر عمرؓ تمہارے پاس کیوں آتے ہیں؟ تو اس نے جواب دیا کہ یہ شخص ہمارے پاس محض اس لئے آتا ہے کہ اس نے ہم سے ہمارے کام کرنے کا معاہدہ کر رکھا ہے کہ وہ ہمارے گھر میں درستگی اور اصلاح کرے گا اور پریشانیوں کو دور کرے گا۔

تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ جب شام سے مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ لوگوں سے الگ تھلگ رہے، تاکہ رعایا کے حالات سے آگاہ ہوجائیں، آیا ان کو کسی قسم کی تکلیف تو نہیں ہے، اچانک آپ ایک جھونپڑی کے قریب سے گزرے جس میں ایک بڑھیا زندگی بسر کر رہی تھی، بڑھیا نے کہا کہ اے فلاں! عمر فاروقؓ اس وقت کیا کر رہے ہیں؟ تو آپؓ نے جواب دیا کہ آج کل عمرؓ مدینہ منورہ میں ہیں اور ملک شام سے خیریت سے واپس آگئے ہیں، بڑھیا نے کہا کہ عمر فاروقؓ کو اللہ میری طرف سے صلہ نہ دے۔

خود حضرت عمر فاروقؓ یہ کہتے ہیں کہ بڑھیا نے اس قسم کا جواب شاید اس لئے دیا کہ جس وقت سے عمرؓ کو امیر المومنین بنایا گیا تھا، ان کی طرف سے کوئی تعاون یا ہدیہ، تحفہ بڑھیا کے پاس نہیں پہنچا تھا اور نہ نقد خدمت درہم یا دینار ان کی طرف سے وصول ہوئے، بڑھیا نے جواب دیا کہ واہ واہ سبحان اللہ کسی کو امیر المومنین بنایا جائے گو اس کی رعایا کی وسعت مشرق و مغرب تک کیوں نہ ہو اور اسے اپنی رعایا کا حال معلوم نہ ہو، بس یہ سننا تھا کہ حضرت عمر فاروقؓ رونے لگے اور یوں کہتے تھے، ہائے عمر! تجھے اتنی بھی بیداری نہیں کہ بڑھیا کا خیال رکھ سکے، چہ جائیکہ ہر شخص کا، تو تو بہت ہی نادان ہے اور ہر آدمی تجھ سے زیادہ عقلمند ہے، بعد میں حضرت عمر فاروقؓ نے اس سے یہ کہا کہ اللہ کی بندی تو عمر سے اپنی اس تنگی و مجبوری کو کتنے میں فروخت کرے گی؟ اس لئے کہ میں جہنم کی بہ نسبت یہاں زیادہ قابل رحم ہوں۔ بڑھیا نے کہا: عمر تم پر خدا رحم کرے، کیوں مجھ سے مذاق کر رہے ہو؟ عمرؓ نے کہا: کہ میں مذاق نہیں کر رہا ہوں، پھر آپ نے اس سے ۲۵/ دینار میں خرید لیا، بس یہ گفتگو خادم اور مخدوم کے درمیان جاری تھی کہ اتنے میں حضرت علی بن ابی طالب، عبداللہ بن مسعود تشریف لائے، ان دونوں نے کہا: السلام علیکم یا امیر المومنین! بس یہ سننا کہ اب کیا ہوگا تو نے تو امیر المومنین کو اس کے سامنے ہی بہت کچھ برا بھلا کہا، عمر فاروقؓ نے کہا کوئی بات نہیں، پھر آپ نے ایک کاغذ کچھ لکھنے کے لئے مانگا، لیکن انہوں نے نہ ملنے کی وجہ سے اپنی گدڑی سے ایک ٹکڑا پھاڑ کر یہ تحریر فرمایا:

”بسم اللہ الرحمٰن الرحیم عمرؓ نے فلاں بڑھیا کے شکوۂ ظلم کو اس دن سے جس دن سے اسے والی بنایا گیا ہے، ۲۵/ دینار میں اتنے یوم کے لئے خرید لیا ہے، اس لئے جو کچھ بھی یہ قیامت کے دن عمرؓ کے بارے میں دعویٰ کرے گی تو عمرؓ اس سے بری رہے گا، اس واقعہ کے وقت علی بن ابی طالب و عبداللہ بن مسعودؓ حاضر تھے، اتنے میں آپ نے ابن عمرؓ کو بلایا اور وہ تحریر اس کے سپرد کردی اور یہ وصیت کی کہ جس وقت میں مرجاؤں اسے میرے کفن میں رکھ دیا جائے، اسی حالت میں اپنے رب سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔

سکون قلب کی نعمت

ایک بادشاہ کا واقعہ لکھا ہے کہ وہ اکثر بیمار رہا کرتا تھا، نیند نہ آنا اس کا خاص مرض تھا، اطباء نے اس کو سیر و تفریح کا مشورہ دیا تھا، ایک مرتبہ وہ اپنے محل میں ٹہل رہا تھا، اس نے ایک لکڑہارے کو دیکھا کہ وہ نہر کے کنارے آیا، اپنے سر سے لکڑی کا گٹھرا اتارا، منہ ہاتھ دھوئے اور تھیلے سے دو روٹی نکالی، سکون سے کھایا پیا اور نہر کے کنارے لیٹ گیا اور خراٹے لے کر سونے لگا، بادشاہ یہ سارا منظر دیکھ رہا تھا، بیمار بادشاہ اس کو دیکھ کر بڑی حسرت سے کہنے لگا کہ کتنی اچھی زندگی ہے اس لکڑہارے کی، کاش میری بھی ایسی ہی زندگی ہوتی، سکون سے پیٹ بھر کھانا کھایا اور جی بھر کر سویا، میں تو کھانے اور سونے کو ترستا ہوں، نیند نہیں آتی، میں تو اس پر راضی ہوں کہ میری پوری حکومت یہ لے لے اور میں اس کی جگہ ہوجاؤں، ارے جسے پیٹ بھر کے کھانا نصیب ہوجائے، سکون سے سونے کی جگہ مل جائے، اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے، سب کچھ مال و دولت اور حکومت ہی نہیں ہے، صحت و تندرستی، پیٹ بھر کھانا اور سونا، دلی سکون، یہ ایسی بڑی نعمت ہے کہ حکومت خرچ کرنے سے بھی نہیں ملتی، جس کو نصیب ہو، چاہے وہ چٹنی روٹی ہی کھاتا ہو، اللہ کی بڑی نعمت اس کو حاصل ہے، وہ لکھ پتیوں اور کروڑ پتیوں سے زیادہ آرام میں ہے، اس کو ان نعمتوں پر اللہ کا شکر ادا کرنا چاہئے اور اپنی اس حالت پر راضی اور قانع ہونا چاہئے۔

بیوی کے ساتھ حسن سلوک کیجئے

ایک بزرگ کا قصہ لکھا ہے کہ ان کی بیوی نہایت بدمزاج اور بداخلاق تھی۔ خود تو وہ بڑے شریف، بااخلاق تھے؛ لیکن پالا پڑا ایسی بیوی سے جو نہایت بداخلاق اور بدزبان تھی۔ بہت پریشان رہتے تھے، کڑھتے تھے۔ ان کے متعلقین نے ان کو مشورہ دیا کہ اس کو چھوڑ دیجئے، طلاق دے دیجئے، اللہ تعالیٰ اس سے اچھی بہت سی عورتیں دے گا۔ ان بزرگ نے ارشاد فرمایا کہ میں بھی جانتا ہوں، سمجھتا ہوں، لیکن میں تو صرف یہ سوچتا ہوں کہ اگر میں اس کو چھوڑ دوں گا، تو مجھے تو دوسری مل جائے گی لیکن اس کو کوئی قبول نہ کرے گا، اس کا کیا ہوگا؟ اس کی زندگی برباد ہوگی، اور اگر کسی نے اس کو قبول بھی کرلیا تو وہ دوسرا بھی اسی طرح پریشان ہوگا، جس طرح میں پریشان ہوں، میں کیوں کسی کی پریشانی کا سبب بنوں؟ میں ہی سب کچھ برداشت کرلوں۔ اس صبر و حلم اور دوسروں کے ساتھ ہمدردی و خیر خواہی کے جذبہ سے ان بزرگ کو بہت ترقی ہوئی، کتنے درجے بلند ہوئے۔ بزرگی صرف نماز و روزے اور تہجد پڑھنے ہی کا نام نہیں ہے، درجات کی بلندی تو صبر و اخلاق سے ہوتی ہے، اور صبر اس وقت ہوتا ہے جب صبر کرنے والے کو حالات سے سابقہ پڑتا ہے۔ زندگی بھر تک اللہ کے بندوں نے ایسے حالات پر صبر کیا اور نباہا ہے، اور اس طرح اپنے نفس کو سمجھایا ہے۔ اگر کسی کی بیوی بداخلاق ہے تو صبر کرلے، نباہ کرلے۔ دنیا ہے کتنے روز کی؟ یہاں کی زندگی تو کٹ ہی جائے گی، جنت میں اللہ تعالیٰ حسین و جمیل بیوی دے گا۔ وہاں سب ایک عمر کی ہوں گی، ایک سے بڑھ کر ایک خوبصورت ہوگی۔ جنت میں حسن کا بازار ہوگا، جس میں صرف حسن بڑھایا جائے گا، جب مرد گھر اپنی بیوی کے پاس آئے گا تو وہ کہے گی کہ آپ پہلے سے زیادہ خوب صورت لگ رہے ہیں، وہ کہے گا تم بھی پہلے سے زیادہ خوبصورت لگ رہی ہو۔ اس بازار میں جاتے ہی سب کے حسن میں اضافہ ہوجائے گا۔ ایسے حسین و جمیل چمکتے ہوئے چہرے ہوں گے کہ مرد کو عورت کے جسم میں اپنا آئینہ اور عورت کو مرد کے جسم میں اپنا آئینہ نظر آئے گا۔ جنت میں سبھی خوبصورت ہوں گے، کوئی بداخلاق اور بدصورت نہ ہوگا۔ وہاں کوئی تکرار اور رنج و غم کی بات نہ ہوگی، کوئی لغو اور نزاع کی بات نہ ہوگی۔ یہاں کی بداخلاق بیوی، وہاں نہایت پاکیزہ اخلاق والی اور نہایت خوبصورت ہوگی۔

شیخ عبدالواحد کا قصہ

ایک بزرگ گذرے ہیں، شیخ عبدالواحد؛ انہوں نے دعا کی تھی کہ یا اللہ جنت میں مجھے جو حور ملنی ہے اس کو دنیا میں ہی دکھلا دیجئے۔ ان کو کشف ہوا کہ فلاں جنگل میں جاؤ، وہاں میمونہ نامی ایک باندی ہے۔ بکریاں چرا رہی ہوگی، وہی تمہاری جنت کی حور ہے۔ یہ سفر کر کے جنگل پہنچے تو دیکھا کہ واقعی ایک عورت بکریاں چرا رہی ہے۔ یہ قریب پہنچے اور جا کر سلام کیا، تو دیکھا کہ نماز پڑھ رہی ہیں اور بکریاں اور بھیڑیے ساتھ چر رہے ہیں۔ قریب سے دیکھا بالکل حبشی، بدصورت ہے۔ اس نے کہا عبدالواحد ملاقات کا وعدہ جنت میں ہے، یہاں کیسے آگئے؟ شیخ نے کہا کہ آپ کو میرا نام کس نے بتلا دیا؟ انہوں نے کہا جس نے آپ کو یہاں بھیجا ہے، اسی نے نام بتا دیا۔ شیخ نے کہا کہ یہ بھیڑیے اور بکریوں سے دوستی کب سے کرلی، دونوں ساتھ چر رہے ہیں؟ میمونہ باندی نے کہا جب سے میں نے اپنے پروردگار سے دوستی کرلی ہے، جو اپنے خالق کی فرماں برداری کرتا ہے، تو مخلوق اس کی فرماں برداری کرتی ہے۔

شیخ طریقت کے سامنے عجز و بے کسی

حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ ایک مرتبہ دسترخوان پر بیٹھے، حضرت گنگوہیؒ اور حضرت فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی بھی ساتھ تھے۔ حضرت حاجی صاحبؒ نے ایک پلیٹ میں دال ڈال دی اور ایک روٹی حضرت گنگوہی کے ہاتھ میں دیا اور فرمایا کہ وہاں دسترخوان کے کونے پر بیٹھ کر کھالو اور خود دسترخوان پر پڑی طرح طرح کی نعمتیں کھانا شروع کردیں۔ آج کا کوئی مرید ہوتا تو پیر سے بدظن ہوجاتا کہ اس پیر کو تو مساوات ہی نہیں آتی۔ اس پیر کو تو آداب معاشرت نہیں آتے۔ اس پیر کو تو شریعت کا پتہ ہی نہیں ہے۔ یہ بندے کو بندہ ہی نہیں سمجھتا۔ اس کے اندر تو تکبر ہے۔ اس کے اندر عجب ہے۔ اس کے اندر دنیا کی محبت ہے۔ معلوم نہیں کیا کیا فتوے لگ جاتے۔ مگر وہ کامل تھے۔ طالب صادق تھے۔ وہ جانتے تھے کہ اس میں کوئی حکمت ہوگی۔ لہٰذا آرام سے بیٹھ کر کھانا شروع کردیا۔ ادھر حضرت حاجی صاحب عمدہ کھانے کھا رہے ہیں اور ادھر دال دی ہوئی تھی۔ تھوڑی دیر کھانا کھاتے رہے۔ اس کے بعد حضرت حاجی صاحب نے ان کی طرف دیکھا۔ حضرت گنگوہی نے مسکرا کر کہا کہ ”آپ نے احسان فرمایا کہ اپنے دسترخوان کے کونے پر بٹھا لیا۔ جب حضرت حاجی صاحب نے دیکھا کہ ایسی بات کو سن کر نفس بھڑکا نہیں ہے۔ بلکہ عاجزی کا بول نکالا ہے تو فرمایا! الحمدللہ اب کام بن گیا ہے۔ اس امتحان کے بعد حضرت حاجی صاحب نے ان کو نسبت القاء فرمائی۔

ہارون رشید کے لڑکے کا زہد

ہارون رشید کا ایک بیٹا تھا، وہ ابتدائے جوانی سے ہی بڑا نیکوکار اور پرہیزگار تھا، اس کے دل میں آخرت کی تیاری کا غم لگ گیا تھا، وہ محل میں رہتے ہوئے بھی سادہ کپڑے پہننا اور دسترخوان پر خشک روٹی بھگو کر کھالیتا تھا، اس کو دنیا کی رنگینیوں سے کوئی واسطہ نہیں تھا، گویا وہ ایک درویش آدمی تھا، اب لوگ باتیں بناتے کہ یہ پاگل ہوگیا ہے، ایک دن بادشاہ کو کچھ لوگوں نے بہت ہی زیادہ غصہ دلا دیا کہ آپ اس کا خیال نہیں کرتے اور اس کو سمجھاتے نہیں، لہٰذا آپ اس پر ذرا سختی کریں، یہ سیدھا ہوجائے گا، اس نے بچے کو بلا کر کہا کہ تمہاری وجہ سے مجھے اپنے دوستوں میں ذلت اٹھانی پڑتی ہے، اس نے کہا ابا جان! اگر میری وجہ سے آپ کو ذلت اٹھانی پڑتی ہے تو مجھے آپ اجازت دیدیجئے، میں علم حاصل کرنے کے لئے پہلے بھی کہیں جانا ہی چاہ رہا تھا، اگر آپ اجازت دیں تو میں وہاں چلا جاتا ہوں، بادشاہ نے غصے میں آکر کہدیا کہ چلے جاؤ، چنانچہ اس نے تیاری کرلی، اب بادشاہ نے اپنی بیوی کو بتایا، لیکن اس وقت پانی سر سے گذر چکا تھا، چنانچہ بچے نے کہا کہ اب تو میں نیت کرچکا ہوں، لہٰذا اب میں نہیں رکوں گا، جب اس کی والدہ نے اس کا پختہ ارادہ دیکھا تو اس نے اسے ایک قرآن مجید دیدیا اور ایک انگوٹھی دیدی اور کہا، بیٹا! یہ دو چیزیں اپنے پاس رکھنا، قرآن مجید کی تلاوت کرنا اور اگر تمہیں ضرورت پڑے تو انگوٹھی کو استعمال میں لے آنا، بچے نے وہ دونوں چیزیں اپنی والدہ سے لے کر رخصت ہوگیا، وہ نوجوان اتنا خوبصورت تھا کہ لوگ اس کے چہرے کو دیکھا کرتے تھے، اس کے سامنے دنیا کی سب نعمتیں موجود تھیں، اگر وہ چاہتا تو عیاشی میں اپنا وقت گزارتا، اگر وہ چاہتا تو محلات کی سہولت بھری زندگی گذارتا، مگر نہیں! اس کے دل میں اللہ رب العزت کی محبت تھی، اس کے دل میں آخرت کا خوف تھا، اس کے دل میں طلب علم کا شوق تھا، اس نے کہا مجھے اس دنیاوی زندگی کی لذتیں نہیں لینی، مجھے تو دائمی لذتین حاصل کرنی ہیں، لہٰذا وہ اپنے محل کو چھوڑ کر چل پڑا۔

یوں وقت کے شہزادوں نے علم طلب کرنے کے لئے محلات کی زندگی کو بھی لات ماردی، اب اگر ان طلباء میں سے کوئی کسی امیر باپ کا بیٹا ہو تو وہ بھی اس بات پر غرور نہ کرے کہ میں اتنے بڑے گھر کو چھوڑ کر آیا ہوں ارے! اس راستے پر تو وقت کے شہزادے بھی چٹائیوں پر بیٹھے نظر آتے ہیں۔

منت منہ کہ خدمت سلطانی ہمیں کنی ☆ منت شناس ازو کہ بخدمت گزاشتت

اے دوست تو بادشاہ پر احسان نہ جتلا کہ تو اس کی خدمت کرتا ہے اس کی خدمت کرنے والے لاکھوں ہیں یہ بادشاہ کا تجھ پر احسان ہے کہ اس نے تجھے خدمت کے لئے قبول کرلیا۔

بیوہ عورتوں کے حقوق

ڈاکٹر سراج الدین ندویؒ

اسلام سے پہلے بیوہ عورت سماج میں محرومی کا شکار تھی۔اسے کوئی عزت ووقعت حاصل نہ تھی۔ وہ اپنے شوہر کی وفات کے بعد بقیہ زندگی نہایت تکلیف ومصیبت میں بسر کرتی۔ یہودیوں کے یہاں بیوہ عورت اپنے شوہر کے بھائی کی ملکیت ہوجاتی تھی، وہ جس طرح چاہتا اسے رکھتا اور جو چاہتا اس کے ساتھ سلوک کرتا۔کوئی اس کی دادرسی نہیں کرسکتا تھا۔عیسائی مذہب نے بھی بیوہ عورت کے لیے کوئی مثبت ہدایت نہیں دیں۔ ہندوسماج میں تو شوہر کی وفات کے بعد بیوہ کو جینے کا حق ہی نہیں تھا اور وہ شوہر کی چتا میں زندہ جل کرستی کی رسم پورا کرنا اپنا مذہبی فرض سمجھتی تھی۔ وہ اگر زندہ بھی رہتی تو پوری زندگی اپنے شوہر کے سوگ میں گزارتی۔اسے زیب وزینت یا دنیا کی لذتوں سے لطف اندوز ہونے کا کوئی حق نہ تھا۔عربوں میں بھی بیوہ کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا جاتا تھا۔شوہر کی وفات کے بعد بیوہ شوہر کے وارثوں کی ملکیت میں آجاتی اور وہ جیسا سلوک چاہتے اس کے ساتھ کرتے۔اس سے مہر معاف کراتے۔طرح طرح اسے ستاتے۔اسے اپنی مرضی سے دوسری شادی نہیں کرنے دیتے۔

جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو بیوہ کے برے دن اچھے دنوں میں بدل گئے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف بیوہ عورت کو سماج میں باعزت مقام دلایا۔اس کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کی بلکہ اپنے عمل سے بیوہ کو وہ شان وعظمت عطا کی جس کا تصور بھی عربوں میں نہیں کیا جاسکتا تھا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پچیس سال کی عمر میں چالیس سالہ ادھیڑ عمر کی بیوہ سے شادی کر کے جاہلانہ رسموں کے خلاف عملی قدم اٹھایا حالانکہ اس عمر میں ہر شخص چاہتا ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ کم سن عورت سے شادی کرے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری ازواجِ مطہرات میں بھی بڑی تعداد بیواؤں کی ہے۔

کسی عورت کے لیے اس سے زیادہ آزمائش اور مصیبت کوئی نہیں ہوسکتی کہ اس کا شوہر اس سے ہمیشہ کے لیے جدا ہوجائے۔شوہر کی وفات سے بیوی کو صرف جذباتی صدمہ ہی نہیں پہنچتا بلکہ اس کے سامنے مسائل کا ایک ہجوم منڈلانے لگتا ہے۔کل تک جو شخص اس کی اور اس کے بچوں کی تمام ضروریات پوری کرتا تھا، اس کے دکھ درد میں شریک ہوتا تھا، ہر آڑے وقت میں اس کا سہارا بنتا تھا، اس کی عزت وعفت کی حفاظت کرتا تھا، جس کے دیکھتے ہی اس کا دل خوشیوں سے بھر جاتا تھا، جو گھر کی رونق تھا، جو تمام اخراجات اور حادثات کے وقت اس کا تنہا سہارا تھا، اس کے انتقال سے عورت پر جو گزرتی ہے اس کا اندازہ صرف بیوہ ہی لگا سکتی ہے۔

اس مظلوم اور مصیبت زدہ عورت کے ساتھ ہمیشہ حسنِ سلوک کیجئے۔ایک یتیم بچہ جس طرح اپنے باپ کی وفات سے بے سہارا ہوجاتا ہے، اسی طرح بیوہ اپنے شوہر کی وفات سے بے سہارا ہوجاتی ہے۔دونوں کی مصیبتوں اور پریشانیوں میں یکسانیت ہے۔ چنانچہ اسلام نے یتیم کی کفالت کرنے پر جس طرح جنت کی خوشخبری سنائی اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یتیم کی کفالت کرنے والے کے بارے میں فرمایا کہ میں اور وہ ان دونوں انگلیوں کی طرح جنت میں ہوں گے۔اسی طرح بیوہ عورت کے مسائل حل کرنے والے کے سلسلے میں بھی ارشاد فرمایا کہ وہ اور میں جنت میں دو انگلیوں کی طرح قریب قریب ہوں گے۔ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا: ”بیوہ اور غریب کی خاطر دوڑ دھوپ کرنے والا اس شخص کی طرح ہے جو راہِ خدا میں جہاد کرتا ہے اور اس شخص کی طرح ہے جو دن کو روزہ رکھتا اور رات کو نماز پڑھتا ہے۔“ (بخاری)

بیوہ کا پہلا حق یہ ہے کہ اس کے شوہر کے ترکہ میں سے اسے مقررہ حق دلایا جائے۔اگر شوہر نے اولاد چھوڑی ہو تو بیوہ کو ترکہ کا آٹھواں حصہ دلایا جائے اور اگر اولاد نہ چھوڑی ہو تو کل ترکہ کا چوتھائی حصہ دلایا جائے۔ آج کل ہندوستان میں یہ رواج عام ہوگیا کہ مرد جو بھی ترکہ چھوڑتا ہے اس کو نرینہ اولاد آپس میں تقسیم کرلیتی ہے اور عورت کو وراثت کی تقسیم میں شریک نہیں سمجھا جاتا ہے حالانکہ ترکہ کو اسلامی تعلیمات کے مطابق تقسیم کیا جائے ورنہ تمام مال حرام ہوجاتا ہے۔لڑکی، بیوی، ماں، بہن سب کے حصے پورے پورے دیے جائیں۔اگر شوہر نے مرنے سے پہلے مہر ادا نہیں کیا ہے تو سب سے پہلے ترکہ میں سے بیوہ کو اس کا مہر دلایا جائے۔اسی طرح اگر شوہر اپنی بیوی کے لیے کوئی وصیت کرگیا ہے تو ترکہ کے ایک تہائی مال تک اس کی وصیت کو پورا کیا جائے۔

بیوہ کا دوسرا حق یہ ہے کہ اس کی کفالت کا فوراً نظم کیا جائے۔اگر اسلامی حکومت ہے تو اس کے اخراجات اور کفالت کی ذمہ دار ہے۔اگر اسلامی حکومت موجود نہ ہو تو مسلم معاشرہ اس کے ساتھ حددرجہ ہمدردی کرے۔اس کی ضروریات کا خیال رکھے۔جب تک وہ دوسرا نکاح نہیں کرلیتی۔اس وقت تک مسلم معاشرہ بہتر انداز سے اس کی کفالت کرے۔ حضرت زید بن اسلمؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں حضرت عمر بن خطابؓ کے ساتھ بازار کی طرف گیا۔ وہاں ایک عورت ملی اور حضرت عمرؓ سے مخاطب ہوکر بولی: ”اے امیر المومنین میرے شوہر کا انتقال ہوگیا ہے، وہ چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑ گیا ہے۔خدا کی قسم ان کے پاس بکری کا ایک پایہ بھی نہیں ہے، جسے وہ پکا سکیں۔نہ ان کے پاس کھیتی ہے نہ دودھ دینے والا جانور۔ میں ڈرتی ہوں کہ کہیں قحط انہیں ہلاک نہ کردے۔ میں خفاف بن ایماء کی بیٹی ہوں۔میرا باپ حدیبیہ کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔حضرت عمرؓ ان کے پاس ٹھہر گئے اور آگے نہ بڑھے اور فرمایا: ”تیرا نسب تو میرے نسب سے ملتا جلتا ہے۔“ پھر آپ ایک طاقتور اونٹ کی طرف آئے جو گھر میں بندھا ہوا تھا اس پر دو بوریاں رکھیں اور انہیں اناج سے بھر دیا۔ان کے درمیان نقدی اور کپڑے رکھ دیے پھر اس کی رسّی عورت کے ہاتھ میں دے دی اور فرمایا: ”اسے لے جاؤ یہ ختم ہونے سے پہلے اللہ تمہیں اس سے بہتر عطا کردے گا۔ایک آدمی نے (یہ دیکھ کر) کہا کہ اے امیر المومنین آپ نے اس عورت کو بہت دے دیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: ”تیری ماں تجھے کھوئے خدا کی قسم میں نے اس کے باپ اور بھائی کو دیکھا کہ انہوں نے ایک مدت تک ایک قلعہ کا محاصرہ کیے رکھا یہاں تک کہ اسے فتح کرلیا۔“ (بخاری)

بیوہ کا تیسرا حق یہ ہے کہ عدت پوری ہوجانے کے بعد اسے سوگ اور ماتم سے نجات دلائی جائے۔اس کے رنج وغم کو بھلانے کے لیے بہتر سے بہتر طور طریقے اختیار کئے جائیں۔ جائز حدود میں اسے زیب وزینت اور آرائش وسنگھار کرنے کا حق دیا جائے۔

بیوہ کا چوتھا حق یہ ہے کہ عدت پوری ہوجانے کے بعد اس کے نکاح ثانی کا انتظام کیا جائے۔آج کل ہمارے معاشرہ میں بیوہ سے نکاح کرنے کو معیوب سمجھا جاتا ہے حالانکہ یہ بھی ایک اہم سنت ہے جس کی طرف مسلمانوں کو توجہ کرنی چاہیے۔ دوراول میں اسلامی معاشرہ میں بیواؤں سے شادی کرنے کو بڑے اجر کا کام سمجھا جاتا تھا اور اس سے مسلم معاشرہ بہت سے مسائل سے دوچار ہونے سے بچ جاتا تھا۔کسی بیوہ سے نکاح کر کے اس کی اور اس کے بچوں کی کفالت کرنا عظیم نیکی ہے جس کے حصول پر ہر مسلمان کو سعادت محسوس کرنا چاہیے۔خود کسی بیوہ سے نکاح کر کے اس نیکی وسعادت کو حاصل کیجئے یا اس کا نکاح کسی مناسب شخص سے کرا کر حکم خداوندی کی تعمیل کیجئے یا اس سلسلے میں جو بھی خدمت انجام دے سکتے ہوں اسے ضرور انجام دیجئے۔ قرآن پاک میں حکم دیا گیا ہے۔وَأَنكِحُوا الْأَيَامَى مِنكُمْ (النور:۳۲) ”اپنی بیوہ عورتوں اور رنڈوے مردوں کے نکاح کردو۔“

بیوہ کا پانچواں حق یہ حاصل ہے کہ وہ اپنا نکاح کرنے کا پورا اختیار رکھتی ہے۔اس کے میکے یا سسرال کے لوگ اسے نکاح کرنے یا نہ کرنے پر مجبور نہیں کرسکتے۔ ہاں اسے مشورہ ضرور دے سکتے ہیں۔وہ اس سلسلے میں پوری طرح آزاد ہے کہ کس سے نکاح کرے اور کس سے نکاح نہ کرے۔جن علماء کے نزدیک کنواری لڑکی کے لیے ولی کی اجازت ضروری ہے ان کے نزدیک بھی بیوہ کے لیے اجازت کی ضرورت نہیں۔ بیوہ اسلامی تعلیمات کے مطابق اپنے نکاح کے سلسلے میں مکمل خودمختار ہے۔اگر بیوہ عورت ننھے منے بچے رکھتی ہے اور وہ ان کی پرورش کی خاطر کوئی دوسرا نکاح نہیں کرتی اور یہ سمجھتی ہے کہ دوسرا نکاح کرنے سے ان بچوں کی پرورش متاثر ہوگی اور وہ ان بچوں کی پرورش کے لیے محنت کرتی ہے تو یہ بڑے اجر وثواب کا کام ہے۔

مثالی معاشرے کے قیام کے لئے اپنا کردار ادا کیجیے

ایک مثالی معاشرہ ایسے معاشرے کو ہی کہا جاسکتا ہے جس میں بالادست خوشحال اور بااثر لوگوں کے ساتھ ساتھ معاشرے میں موجود لاچار، مجبور اور مفلوک الحال طبقات کی خوشحالی کا بھی بہتر انداز میں انتظام کیا گیا ہو۔ جب ہم اپنے گردونواح میں دیکھتے ہیں تو ہمیں بہت سے لوگ محرمیوں کا شکار نظر آتے ہیں۔ کبھی یہ محرومیاں مادی اور کبھی نفسیاتی اور طبعی نظر آتی ہیں۔ معاشرے کے محروم اور دبے ہوئے طبقات کی خوشحالی کے لیے ہم سب کو مل کر مؤثر کردار ادا کرنا چاہیے۔ان معاملات کو صرف حکومت کے ذمے لگا کر معاشرہ اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ نہیں ہوسکتا۔ جب ہم اپنے معاشرے پر بغور نظر ڈالتے ہیں تو وہ طبقات جن کو ہماری خصوصی توجہ کی ضرورت ہے، وہ درج ذیل طبقات میں نظر آتے ہیں:

خواتین: ہمارے معاشرے میں خواتین کے استحصال کے حوالے سے بھی مختلف قسم کی خبریں پڑھنے اور سننے کو ملتی رہتی ہیں۔ بعض ناخواندہ گھرانوں میں بہو کو خادمہ سمجھ لیا جاتا ہے اور کہیں جہیز نہ لانے پر تیل چھڑک کر آگ لگانے یا منہ پر تیزاب پھینکنے کے شرمناک واقعات بھی سننے کو ملتے ہیں۔ یہ تمام قابل مذمت افعال اسلام کی تعلیمات کے بالکل برعکس ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص کو بہترین قرار دیا جو اپنے اہل خانہ سے بہترین سلوک کرنے والا ہے۔بعض ناخواندہ لوگ عورت کی تعلیم کو معیوب سمجھتے ہیں حالانکہ تعلیم حاصل کرنا جتنا مردوں کا حق ہے، اتنا ہی عورتوں کا بھی ہے۔اسی طرح یہ بات بھی دیکھنے میں آئی ہے کہ بعض گھروں میں بیٹے اور بیٹیوں کے درمیان تفریق کی جاتی ہے اور ایسے لوگ بیٹے کو مستقبل کا سہارا مانتے ہیں جب کہ بیٹی کو بوجھ تصور کرتے ہوئے، اس کے ساتھ ناروا سلوک کرتے ہیں اور اس بے اعتدالی کا مظاہرہ روزمرہ کی زندگی کے ساتھ ساتھ تقسیمِ وراثت تک نظر آتا ہے۔ تعلیم، بودوباش، رہن سہن، خوراک اور وراثت کے اعتبار سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے عورت کے جو حقوق مقرر کیے ہیں وہ اس کو ہر صورت ملنے چاہئیں۔

بوڑھے والدین: ہمارے معاشرے میں بعض لوگ بوڑھے والدین کے ساتھ بھی ناروا سلوک کر کے، خود اپنے ہاتھوں سے اپنی دنیا وعاقبت تباہ کر بیٹھتے ہیں۔ جوانی، سرمائے اور اچھی سماجی حیثیت کا ناجائز فائدہ اُٹھاتے ہوئے والدین کی بے ادبی کرنا ان لوگوں کا شعار بن جاتا ہے۔ یقیناً ایسے لوگ بدنصیب اور بدبخت ہیں جو اپنے لیے نیک دعاؤں، تمناؤں اور اچھے احساسات کے مراکز کو خود اپنے ہاتھوں سے ضائع کر بیٹھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کئی مقامات پر والدین کے ساتھ احسان کا حکم دیا اور سورہ بنی اسرائیل کی آیت نمبر 23 میں ارشاد فرمایا ”اللہ کے سوا کسی کی عبادت مت کرو اور والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کرو، اگر تمہارے سامنے دونوں میں سے کوئی ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو انہیں ”اُف“ بھی نہ کہنا اور انہیں جھڑکنا بھی نہیں اور ان دونوں کے ساتھ بڑے ادب سے بات کیا کرو“۔

مریض اور معذور: معاشرے کے مریض اور معذور لوگ بھی ہماری خصوصی توجہ کے مستحق ہیں۔زندگی کی مشغولیات اور معیشت کی دوڑ میں کئی مرتبہ ہمیں اپنے ذاتی معاملات اور گردونواح سے بالکل فرصت نہیں ملتی؛ چنانچہ ہم بہت سے موذی، جسمانی اور نفسیاتی امراض کے شکار لوگوں کی بحالی کے لیے خاطر خواہ کردار ادا کرنے سے قاصر رہتے ہیں۔ بہت سے لوگوں کو اللہ تعالیٰ وسائل سے نوازتا ہے۔ وہ اپنے اضافی وسائل زندگی کی سہولیات سے بڑھ کر تعیّشات کی نذر کردیتے ہیں لیکن اپنے گردونواح میں موجود نفسیاتی اور جسمانی امراض کے شکار لوگوں کے لیے ان کے وسائل میں سے کچھ حصہ نہیں ہوتا۔اسی طرح بہت سے لوگوں کے پاس فراغت تو ہوتی ہے لیکن وہ اپنے فارغ اوقات کو گپ شپ، انٹرنیٹ اور موبائل پر ضائع کر بیٹھتے ہیں اور اپنے گردونواح میں پائے جانے والے محروم، مفلوک الحال اور مریض لوگوں کی خبر گیری یا ان کی بحالی کے لیے کوئی بھی کردار ادا نہیں کر پاتے۔اگر ہر شخص اپنے گردونواح پر نظر رکھے اور مجبور اور مریضوں کی خوشحالی کے لیے اپنے وسائل اور وقت میں سے کچھ حصہ صرف کرے تو جہاں اس سے دکھی انسانیت کی خدمت ہوسکتی ہے، وہیں رحمت الٰہی بھی ہمارے شامل حال ہوسکتی ہے۔

بچے: ہمارے معاشرے میں بہت سے نادار اور مفلس خاندانوں کے بچے اپنے معاشی بدحالی کی وجہ سے پرمشقت کام کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ یہ بچے ہمارے اپنے بچوں کی طرح تعلیم، لباس اور خوراک کی سہولیات کے مستحق ہیں اور ان کی بحالی کے لیے حکومت کے ساتھ ساتھ معاشرے میں بسنے والے ہر فرد کو اپنا کردار ادا کرنا چاہیے اور بچوں کو اضافی جسمانی مشقت سے بچانے کے لیے اپنے وسائل اور وقت کا استعمال کرنا چاہیے۔

محنت کش: ایک مثالی معاشرے کے قیام کے لیے ہمیں محنت کش طبقات کی بحالی کے لیے بھی اپنا کردار ادا کرنا چاہیے۔محنت کش اپنی جسمانی صلاحیتوں سے زیادہ کام کرتے ہیں لیکن اُن کو اس جسمانی مشقت کا صحیح اور پورا معاوضہ نہیں ملتا۔محنت کشوں کا کم ازکم اتنا مشاہرہ ضرور مقرر ہونا چاہیے کہ وہ اپنی زندگی کی جملہ ضروریات اور لوازمات کو باآسانی پورا کرسکیں۔غرضیکہ ایک مثالی معاشرے کے قیام کے لیے معاشرے میں بسنے والے تمام افراد کو اپنا اپنا کردار ادا کرنا چاہیے تا کہ ہمارا معاشرہ حقیقی معنوں میں ایک فلاحی اور مثالی معاشرہ بن سکے۔ (ماخوذ)

مسلم سماج کی اخلاقی وسماجی صورت حال: ایک تجزیہ

مفتی امانت علی قاسمی

مسلمان ایک زندہ قوم ہے اور قیامت تک کے لیے ایمانی جرأت وعزیمت کے اظہار کے ساتھ کام کرنے کی والی جماعت ہے، اسلام اپنی ابتداء میں اجنبی تھا، اس کے ماننے والے چند لوگ تھے؛ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر عمل کر کے حضرات صحابہ نے باوجود تعداد میں کم ہونے، تعلیم میں کمزور ہونے اور ظاہری اعتبار سے خستہ حال ہونے کے ایک ایسا انقلاب برپا کیا، جس سے قیصر وکسری کے محلات ہل گئے، بڑی بڑی سلطنتوں میں لرزہ طاری ہوگیا، طاقت ور قومیں سرنگوں ہوگئیں۔ صحابہ جرأت ایمانی، عشق مصطفوی کے ساتھ آگے بڑھے اور بڑھتے چلے گئے، قوموں کے افکار وروایات پر چھائے اور چھاتے چلے گئے، ان کے عزم وکردار کا ایسا سیلاب آیا جو قوموں کے تمام خس وخاشاک کو بہا لے گیا اور بڑے بڑے ایوانوں میں زلزلہ پیدا ہوگیا۔ انہوں نے تیر وتفنگ یا تلوار کے نیرنگ سے نہیں؛ بلکہ اخلاق و کردار کے جنگ سے دلوں کو فتح کیا، زبان بدل دی، ملکوں کو فتح کیا، تہذیب بدل دی۔

آپ ﷺ کا اخلاق کریمانہ: اسلام نے بلند اخلاق وکردار سے دلوں کو فتح کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچائی کی ایسی مثال پیش کی کہ دشمن بھی آپ کے کذب کی گواہی نہیں دے سکا، ہرقل کے دربار میں کفار مکہ کے سردار ابوسفیان سے جب پوچھا گیا کہ کیا تم نے کبھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے جھوٹ سنا ہے تو ان کا جواب تھا نہیں (بخاری، باب بدأ الوحی،) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امانت داری کا عالم یہ تھا کہ کفار مکہ جو آپ کے جان کے دشمن تھے، خون کے پیاسے تھے؛ لیکن ان کی نگاہ میں آپ کے علاوہ کوئی امین نہیں تھا، تمام تر عداوت کے باوجود اپنی امانتیں آپ کے پاس جمع کرتے تھے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ ہجرت کی تو حضرت علیؓ کو یہ ہدایت دی کہ وہ لوگوں کی امانتیں واپس کر کے مدینہ آجائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عفوودگزر کا حال جاننے کے لیے یہ کافی ہے کہ طائف کے سفر میں آپ پر پتھر کی بارش ہوئی، جسم اطہر لہولہان ہوگیا، خون کی وجہ سے پاؤں سے نعلین مبارک نکالنا مشکل ہوگیا، سید الانس والجن صلی اللہ علیہ وسلم طائف کے داستان خوں چکاں کو اپنے حق میں سب سے زیادہ خوں آشام قرار دیتے تھے؛ لیکن جب پہاڑ کے فرشتوں نے اجازت چاہی کہ ان لوگوں کو پہاڑ کی دو وادیوں کے درمیان دبا دیا جائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اس دہر میں قہر وغضب بن کر نہیں آیا۔

میں ان کے حق میں کیوں قہر الٰہی کی دعا مانگوں
بشر ہیں بے خبر ہیں کیوں تباہی کی دعا مانگوں

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایفاعہد کا یہ حال تھا کہ ایک شخص سے کسی جگہ ملنے کا وعدہ فرمایا اور وہ شخص بھول گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم تین دن تک؛ اسی جگہ پر اس کا انتظار فرماتے رہے۔ اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ایثار وہمدری، اخلاق و مروت، انسانی حقوق کا احترام، صبر وتحمل، عفوودرگزر، الفت و پیار، جود وسخا، شجاعت و بہادری، جرأت وعزیمت، سچائی و دیانت داری، ایفاء عہد، عدل و انصاف، سادگی و صفائی قلب، امانت داری، جیسی اعلی ظاہری و باطنی اخلاق سے مزین تھیں اور جھوٹ، کذب گوئی ودروغ گوئی، حسد، کینہ، ظلم وناانصافی، تکبر، غیبت، غرور ونخوت، جیسے برے ظاہری وباطنی صفات سے آپ پاک تھے۔ قرآن کریم نے **انک لعلی خلق کریم** کے ذریعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کریمانہ کی شہادت دی، آپ نے امت کو اسی اعلی اخلاق کی تعلیم دی اور فرمایا **بعثت لاتمم مکارم الاخلاق** میں اعلی اخلاق کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہوں؛ یہی وجہ ہے کہ حضرات صحابہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کریمانہ کا فیض لے کر پوری دنیا میں گئے اور اپنے اخلاق کی بلندی، کردار کی مقناطیسیت، اخلاص اور جذبہ صادق کی بنا پر دنیا کے چپے چپے میں اسلام کا جھنڈا گاڑ آئے، ان کے پاس ٹکنالوجی کی طاقت نہیں تھی، صنعت وحرفت میں ان کا کوئی مقام نہیں تھا، تعلیم کے میدان میں وہ کسی اہمیت کے حامل نہیں تھے، لیکن اعلی اخلاق کے پیکر تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے مثال تربیت اور اعلی روحانی فیض کی بنا پر ان کے اندر اخلاق کی وہ اعلی صفات پیدا ہوگئی تھیں جن کی بنا پر وہ انسانی گروہ کی اخلاقی وروحانی قیادت کا فریضہ انجام دے گئے۔

تنزلی کے اسباب: آج ہم جس مقام پر ہیں، ہمیں اپنے ماضی کا محاسبہ کرنا چاہیے، اپنے اسلاف کی روشن روایات کا جائزہ لینا چاہیے، آج یورپ ہم پر فکری اور تہذیبی طور پر حکومت کر رہا ہے، اور ہم مرعوبیت کے ساتھ یورپ کی طرف ٹک ٹکی باندھے دیکھ رہے ہیں، ان کی تہذیب وکلچر کو اپنانا اپنے لیے باعث فخر سمجھتے ہیں، حد یہ ہے کہ ان کی غیر معقول اور حیاباختہ چیزیں بھی ہمارے دلوں کو بھانے لگی ہیں، آپ غور کریں یورپ کے بے شمار منفی رویوں، عدل ومساوات کے باب میں غیر معمولی ناانصافیوں کے باوجود اگر ان کے ہاتھوں میں قیادت کی زمام ہے تو اس وجہ سے کہ ان کے اندر اخلاقی قدریں نمایاں ہیں جو قومیں اخلاقی رویوں میں پست ہوجاتی ہیں، ان کے ہاتھوں سے قیادت کی چابی چھن جاتی ہے، جن کی گفتار میں سحر انگیزی ہو؛ لیکن کردار سے عاری ہو وہ کامیابی کی کلید سے محروم ہوتے ہیں، جو عملی اعتبار سے سست اور بے راہ روی کا شکار ہوں، ذلت ونکبت ان کے دروازے تک آپہنچتی ہے۔ ابن خلدون بڑے مؤرخ گزرے ہیں، تاریخ اور تاریخیت کے باب میں انہیں ایک مقام حاصل ہے، وہ لکھتے ہیں: ''دنیا میں عروج وترقی حاصل کرنے والی قوم اچھے اخلاق کی مالک ہوتی ہے؛ جب کہ برے اخلاق کی حامل قوم زوال پذیر ہوجاتی ہے۔''

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ قوموں کے زوال کے اسباب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: ''کسی قوم کی بتاہی و بربادی کے بھی تین اصول نکل کر آتے ہیں، جن سے ایک قوم قعر مذلت میں گھر کر دم توڑ دیتی ہے۔ ایک یہ ہے کہ جہالت کا راستہ ہی دکھائی نہ دے، دوسرا یہ کہ بدخلقی یعنی تہذیب وشائستگی کا سر ہاتھ سے جھوٹ جائے، اور انسان کے بجائے حیوان بن جائے اور تیسرا بے عملی کہ سست اقوام کا نتیجہ ہمیشہ ذلت وخواری اور پستی وغلامی نکلا ہے، دنیا کی جو قوم بھی ہلاک ہوئی ہے وہ انہی تین بنیادی بیماریوں سے ہلاک ہوئی ہیں (ملفوظات حکیم الاسلام ص:۸۹)۔'' ایک دوسری جگہ حضرت حکیم الاسلامؒ لکھتے ہیں: ''میرا نقطہ نظر یہ ہے کہ دنیا کی کوئی قوم کبھی بھی ترقی نہیں کرسکتی، نہ دولت سے چاہے ارب پتی بن جائے اور نہ کوئی عددی اکثریت سے ترقی کرسکتی ہے کہ افراد اس کے پاس زیادہ ہوں اور نہ کوئی قوم محض سیاسی جوڑ توڑ سے ترقی کرسکتی ہے؛ بلکہ دنیا کی اقوام کردار اور اخلاق سے ترقی کرسکتی ہے۔ (ملفوظات حکیم الاسلام ص:۳۷۲)''

جہالت اور دینی تعلیم سے دوری: حضرت حکیم الاسلامؒ کی باتیں اگر ہم اپنے سماج پر منطبق کرتے ہیں تو زوال پذیر قوم کی تینوں بنیادیں ہمارے اندر موجود ہیں۔ دینی تعلیم کی جہالت کا عالم یہ ہے کہ نکاح وطلاق جیسے معاشرتی مسائل جس سے ہر مسلمان کو سابقہ پڑتا ہے؛ لیکن ان کے بنیادی مسائل کا علم بھی سماج کے ایک بڑے طبقے کو نہیں ہے، نکاح کے ارکان کیا ہیں؟ کس طرح نکاح ہوتا ہے؟ نکاح میں خطبہ ضروری ہے یا نہیں؟ گواہ کی کیا حیثیت ہے؟ فون کے ذریعہ نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؟ نکاح میں وکیل اور ولی کی کیا حیثیت ہے؟ اسی طرح نزاع کی صورت میں کس طرح آپسی رشتہ کو استوار رکھا جائے، میاں بیوی کے درمیان خوش گوار تعلقات کی بنیادیں کیا ہیں؟ ایک دوسرے کے حقوق کیا ہیں؟ حقوق کی ادائیگی کس درجہ میں ضروری ہے؟ اگر طلاق دینے کی نوبت آجائے، تو طلاق کس طرح دینی چاہیے؟ طلاق کب دینی جائز ہے؟ اور کیوں کر دینا جائز ہے؟ تین طلاق کا مطلب کیا ہے؟ اس طرح کے بیشتر بنیادی سوالات ہیں جن کا ہمارے سماج کے ایک بڑے طبقے کو علم نہیں ہے، انہوں نے مدرسے میں تعلیم حاصل نہیں کی اور اگر حاصل کی تو صرف قرآن کی تعلیم حاصل کی ہے؟ ان مسائل کا علم حاصل نہیں کیا ہے اور اسکول کے نصاب میں یہ مضامین شامل نہیں ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جس نکاح کے ذریعہ اسلام نے الفت ومحبت کی تعلیم دی، بہترین شوہر اس شخص کو قرار دیا گیا جو بیوی کے ساتھ اچھا سلوک کرنے والا ہو؛ لیکن عملی رویہ یہ ہے کہ معمولی معمولی باتوں پر شوہر بیوی کو طلاق دے دیتا ہے۔ سماج کی صورت حال یہ ہے کہ شوہر بیوی کو گھر جانے کو کہتا ہے اور بیوی کہتی ہے کہ کام ہونے کے بعد جاؤں گی اور اسی دوران شوہر غصے میں کہہ دیتا ہے کہ اگر تم نہیں جاؤ گی تو ایک دو تین طلاق لے لو، ایک ٹرک ڈرائیور گاڑی چلاتے ہوئے بیوی کو فون کرتا ہے اور جھگڑا ہوتا ہے تو کہتا ہے رکو میں گاڑی روکتا ہوں اور گاڑی روک کر شراب پیتا ہے اور اسی حالت میں طلاق دیتا ہے، ایک شخص بیوی کو فون کرتا ہے بیوی فون نہیں اٹھا سکتی ہے تو میسج کرتا ہے کہ اگر دو منٹ میں تم نے فون نہیں کیا تو تمہیں تینوں طلاق، میاں بیوی کے درمیان جھگڑا ہوتا ہے بیوی کہتی ہے میری پاس سونے مت آنا تو شوہر قسم کھا کر کہتا ہے میں تمہارے پاس کبھی نہیں آؤں گا۔ معمولی نزاع کے درمیان شوہر بیوی کے گھر والوں کو فون کرتا ہے کہ اپنی بیٹی کو لے جاؤ میں نے اسے چھوڑ دیا ہے۔ یہ تصویر ہے سماج کی، کہ کس طرح لوگ نکاح جیسے مقدس، پاکیزہ اور پائدار رشتے کو معمولی نزاع میں ختم کر دیتے ہیں جب کہ نکاح کرتے وقت کس قدر تحقیق وتفتیش کرتے ہیں۔

مسلم سماج اور اخلاقی زبوں حالی: بداخلاقی کی مثالیں مسلم سماج میں سب سے زیادہ آتی ہیں، غیر مسلم حضرات یہ اعتراف کرتے ہیں کہ اب مسلمانوں میں وہ چیزیں دیکھنے کو ملتی ہیں جو پہلے ہمارے یہاں تھیں۔ یعنی غیر مسلموں کا بھی اعتراف ہے کہ مسلمانوں کی وہ اخلاقی حالت نہیں رہی، ان کے اخلاق وکردار میں بدعملی کا گھن لگ گیا ہے، ان کے کردار کو بے حیائی و ضمیر فروشی کی دیمک نے چاٹ لیا ہے، ان کے رویوں میں سیرت نبوی کو وہ چاشنی اور مٹھاس باقی نہیں رہی ہے، ان کا طرز عمل مغلوب قوموں کی اجارہ داری کر رہا ہے، ان کی زندگی میں دولت کی حرص وہوس نے ہر چیز کو ماند کر دیا ہے، ان کی نگاہ میں دنیا عزیز ہے جب کہ یہ وہ قوم ہے جن کا عقیدہ آخرت کو بنانے اور سنوارنے کا ہے، ان کی محفلیں عیش وطرب سے آباد ہونے لگی ہیں جب کہ ان کو تعلیم وذکر وتلاوت کی دی گئی ہے۔ بعض مسلمان تاجر کہتے ہیں کہ غیر مسلموں ساتھ معاملات کرنے میں اطمنان رہتا ہے، مسلمانوں کے ساتھ معاملات میں وہ اطمنان نہیں رہتا، جس خوش اخلاقی سے غیر مسلم حضرات بات چیت کرتے ہیں، مسلمان اس طرح اخلاق ومروت کا مظاہرہ نہیں کرتے ہیں۔ جھوٹ، غیبت، وعدہ خلافی اور امانت میں خیانت مسلم معاشرے کا ناسور بن گیا ہے۔ مسلم محلوں میں شراب نوشی، جوا، سٹہ کا بازار گرم ہے جب کہ اسلام انہی چیزوں سے دنیا کو پاک کرنے آیا تھا۔

علماء کی بے توقیری: دولت مندوں نے علماء کو اپنے ہاتھ کا رومال بنا لیا ہے، جس طرح چاہتے ہیں علماء کو استعمال کرتے ہیں، پھر انہی علماء پر تنقید کے تیر برساتے ہیں۔ سماج میں اس معزز طبقہ کو بے حیثیت کرنے کی کوشش کرتے ہیں جو اپنی پوری توانائی مسلم سماج کی اصلاح اور ان میں دینی تعلیم کی روشنی بکھیرنے میں صرف کرتے ہیں۔ علماء، ائمہ، دینی خدمت گزار اور سنجیدہ طبقہ پر تنقید کرنا ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ایک دینی وشرعی ضرورت ہو، ایک انسان کی زندگی بھر کی محنت اور دینی خدمات کو پس پشت ڈال کر صرف ایک بے عملی کو اس پر حاوی کر دیا جاتا ہے اور اس طرح پیش کیا جاتا ہے جیسے اس سے زیادہ سماج میں کوئی برا انسان نہیں اور اس ایک برائی کو مٹا کر سماج کو ہر قسم کی غلاظت سے پاک کیا جاسکتا ہے۔

خواتین کو میراث سے محروم کرنا: مسلمان آج بہنوں کو حصہ نہ دینے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگاتا ہے، جب کہ اسلاف کا طرز عمل یہ تھا کہ ایک شخص انگریزوں کے عہد میں اپنے خاندانی رواج کی بنا پر بہن کو حصہ دینے سے انکار کر دیا اور انگریزی حکومت نے اس کے حق میں فیصلہ کر دیا تو بزرگوں نے ملک گیر تحریک چلائی اور انگریزوں کو اپنا فیصلہ واپس لینا پڑا جس کے نتیجے میں شریعت اپلیکیشن ایکٹ بنا۔ آج عموما میراث میں سے حصہ لینے والے مسئلہ معلوم کرتے ہیں دینے والا کوئی بھی مسئلہ معلوم نہیں کرتا ہے؛ اس لیے کہ وہ چاہتا ہے کہ مجھے کسی طرح میراث نہ دینی پڑے وہ لوگ یہ بھول جاتے ہیں کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: جو شخص کسی کو وارث بنانے سے بھاگے گا، قیامت کے دن اللہ تعالی جنت سے اس کا حصہ ختم کر دے گا (سنن ابن ماجہ حدیث نمبر:2703)۔

نوجوانوں کی بے راہ روی: نوجوانوں میں لہو ولعب اور عیش وطرب کی فضا عام ہوگئی ہے۔ موبائل اور انٹرنیٹ پر اپنا اکثر وقت ضائع کرتے ہیں اور معمولی رقم کی لالچ میں موبائل پر گیم کھیلتے رہتے ہیں اور دس بیس روپے کما کر اپنا جی خوش کر لیتے ہیں، انہیں یہ نہیں معلوم عمر عزیز کی یہ ساعتیں ان کے حق میں کس قدر مہنگی اور قیمتی ہیں۔ بلا محنت کے مال کمانے کی ہوس عام ہوتی جارہی ہے اس لیے ہر انویسٹ کمپنی میں پیسہ لگا کر کمائی کرنا چاہتا ہے چاہے وہ انویسٹ کا طریقہ جائز ہو یا ناجائز، مفت میں پیسے حاصل ہونے چاہیے۔

مسلم سماج کی بے عملی: بے عملی اور سست روی مسلم سماج کا ایک حصہ بنتا جارہا ہے، مسلم محلے اور گلیوں کو دیکھ کر آج لوگ فیصلہ کر لیتے ہیں کہ یہ مسلم محلّہ ہے یا غیر مسلم محلّہ ہے، نالیوں میں گندگی، راستہ میں گندگی، یہاں تک کہ گلی تنگ ہوجائے یہ عام سی بات ہے۔ حدیث میں ہے کہ اپنے گھر کے صحنوں کو صاف رکھو اور ان یہود کی مشابہت مت اختیار کرو جو گھر میں کوڑا کرکٹ جمع کرتے ہیں، آج صورت حال یہ ہے کہ تشبیہ میں ہماری مثال دی جاتی ہے کہ صفائی کرو مسلمانوں کی طرف مت بنو جو اپنے گھروں اور محلوں کو صاف نہیں رکھتے ہیں۔ یہ ہمارا عملی رویہ ہے ظاہر ہے کہ انہی وجوہات کی بنا پر ہم تنزلی کا شکار ہیں۔ آج ہمیں اپنے کردار پر نظر ثانی کی ضرورت ہے اپنے معاملات کی درستگی کے لیے اپنے گریبان میں جھانکنا چاہیے۔ اور دوسروں کو طعنہ دینے اور اپنے غلطی کا ٹھیکرا دوسروں پر پھوڑنے کے بجائے خود احتسابی کر کے اپنی کوتاہیوں کو دور کرنے کی ضرورت ہے۔ سماج کو تعلیم سے آراستہ کرنا، اس کے لیے جدوجہد کرنا اور جانی ومالی قربانی سے دریغ نہ کرنا، نسل کی تربیت سے آراستہ کرنا اچھے اخلاق اور نمونوں کو فروغ دینا، وقت کی ضرورت ہے، مسلم سماج میں قرآن اور قرآنی تعلیمات کو فروغ دینا چاہیے۔ اگر مسلمانوں نے ذلت کے اسباب کا جائزہ لے کر ان کے خاتمہ کی کوشش کی تو وہ دن دور نہیں کہ اسلام کی زرخیزی وشادابی کو ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتے ہیں۔

نہیں ہے ناامید اقبال اپنی کشت ویراں
ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی

اخبار جہاں

ہندوستان اور مصر کے درمیان اسٹریٹجک شراکت داری

ہندوستان اور مصر نے اپنے دوطرفہ تعلقات کو اسٹرٹیجک شراکت داری میں اپ گریڈ کرنے اور ثقافتی اور تہذیبی تبادلوں کو بڑھانے کے ساتھ ساتھ سائبر سیکورٹی، زراعت، انفارمیشن ٹیکنالوجی، نوجوانوں کے اموراور نشریات کے شعبوں میں تعاون کو مضبوط بنانے کا آج عہد کیا ہے۔ یہ عہد وزیراعظم نریندر مودی اور مصر کے صدر عبدالفتاح السیسی کے درمیان حیدرآباد ہاؤس میں ہونے والی دوطرفہ میٹنگ میں کیا گیا۔ اس دوران دونوں ممالک کے درمیان سفارتی تعلقات کی 75ویں سالگرہ کی یاد میں خصوصی طور پر شائع ہونے والے ڈاک ٹکٹوں کا بھی تبادلہ کیا گیا۔ ملاقات میں دونوں ممالک کے درمیان 5 یادداشت مفاہمت دستخط اور تبادلہ کیا گیا، جس میں سائبر سیکیورٹی، انفارمیشن ٹیکنالوجی، ثقافتی تبادلے، نوجوانوں کے امور میں تبادلے، نشریات کے شعبے میں باہمی تعاون بڑھانے کی تجاویز شامل ہیں۔ اس سال ہندوستان نے اپنی جی-20 صدارت کے دوران مصر کو مہمان ملک کے طور پر مدعو کیا ہے، جو ہماری خصوصی دوستی کو ظاہر کرتا ہے۔

اس موقع پر مصر کے صدر مسٹر السیسی نے کہا کہ ہم نے مختلف شعبوں میں موجودہ تعاون کو بڑھانے اور نئے شعبوں میں شراکت داری کو فروغ دینے پر اتفاق کیا ہے۔ ہم نے اپنے شعبوں میں خاص طور پر سرمایہ کاری، اعلیٰ تعلیم، کیمیکل، فارماسیوٹیکل انڈسٹری وغیرہ میں تعاون کو مضبوط بنانے پر اتفاق کیا ہے۔ دہلی اور قاہرہ کے درمیان فضائی خدمات کو وسعت دی جائے تاکہ سیاحت کو فروغ دیا جاسکے۔ مصری صدر نے پی ایم مودی کو اپنے تعلقات کو آگے بڑھانے کے لیے قاہرہ آنے کی بھی دعوت دی ہے۔ (ایجنسیاں)

یورپی یونین سے ملک بدریوں میں تیزی کا امکان

یورپی یونین کے رکن ممالک کے وزرائے داخلہ نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ غیر قانونی راستوں سے یورپ آنے والے تارکین وطن کی ملک بدری کے عمل کو زیادہ موثر بنانے کی ضرورت ہے۔ یورپی رہنماؤں کے مطابق تعاون نہ کرنے والے ممالک کو اس کی قیمت چکانا پڑے گی۔۔ یہ پیش رفت سویڈن کی میزبانی میں اسٹاک ہوم میں منعقدہ اجلاس میں سامنے آئی۔ یورپی بلاک کی صدارت کے حامل ملک سویڈن کی وزیر داخلہ ماریہ مالمر اشٹینر گارڈ کے بقول اس وقت ملک بدری کا عمل غیر موثر ہے۔ اعداد وشمار کے مطابق سن 2021 میں تین لاکھ چالیس ہزار تارکین وطن کی ملک بدری کے احکامات جاری کیے گئے تھے، مگر عملدرآمد صرف اکیس فیصد پر ہوسکا۔ یورپی یونین کے داخلی امور کی کمشنر یولوا یوہانسن نے اس بارے میں کہا کہ ملک بدریوں کی موجودہ رفتار بہت سست ہے، اس ضمن میں کافی بہتری کی گنجائش ہے۔ ملک بدر کیے جانے والوں کی تعداد بڑھائی جاسکتی ہے اور عمل کو زیادہ موثر بنایا جاسکتا ہے۔ چند ریاستوں کے وزراء نے یہ تجویز بھی دی ہے کہ جو آبائی ممالک ملک بدری کے عمل میں تعاون نہیں کر رہے، ان کے شہریوں کے لیے ویزے کے حصول کا عمل محدود کیا جائے۔ یورپی کمیشن نے سن 2021 میں تجویز پیش کی تھی کہ یہ نظام بنگلہ دیش اور عراق پر بھی لاگو کیا جائے مگر فی الحال اس سلسلے میں کوئی پیش رفت سامنے نہیں آئی ہے۔ (ڈی ڈبلیو ڈاٹ کام)

9 فلسطینیوں کی شہادت پر ریلی، اسرائیل کا غزہ پر فضائی حملہ

اسرائیلی فوج نے فلسطینیوں کی شہادت پر نکالی جانے والی ریلی کے شرکا کے خلاف کریک ڈاؤن شروع کیا اور غزہ پر متعدد راکٹ بھی داغے، جس میں متعدد شہری زخمی ہوئے ہیں جبکہ اموات کا بھی خدشہ ہے۔ الجزیرہ کی رپورٹ کے مطابق جینین میں اسرائیلی فوج کے ہاتھوں جمعرات کو 9 فلسطینی نوجوانوں کی شہادت پر غزہ میں شہریوں کی جانب سے پُرامن ریلی کا انعقاد کیا گیا تھا۔ اسرائیلی فوج نے اس ریلی کے شرکا پر بھرپور طاقت کا استعمال کیا جس میں متعدد شہری زخمی ہوئے جبکہ غزہ کے وسطی علاقے میں اسرائیلی طیاروں نے 8 راکٹ فائر کیے، جس سے مختلف رہائشی عمارتوں کو بھی نقصان پہنچا۔ اسرائیلی فوج کی بمباری میں ہلاکتوں کا خدشہ بھی ظاہر کیا جارہا ہے۔ فلسطینی شہریوں نے اسرائیلی فوج کی کارروائی کو سفاکیت اور بڑا انسانی سانحہ قرار دیا ہے۔ (نیوز ایکسپریس پی کے)

سعودی عرب میں 40 لاکھ نشہ آور گولیاں اسمگل کرنے کی کوشش ناکام

سعودی عرب میں حکام نے بڑی مقدار میں ایمفیٹا مین (نشہ آور گولیاں) اسمگل کرنے کی کوشش کو ناکام بنادیا۔ العربیہ کی رپورٹ کے مطابق سعودی عرب کے جنرل ڈائریکٹوریٹ آف نارکوٹکس کنٹرول (جی ڈی این سی) نے کہا کہ ادارے نے بڑی مقدار میں ایمفیٹا مین گولیاں اسمگل کرنے کی کوشش کو ناکام بنادیا ہے، 40 لاکھ 91 ہزار 250 گولیوں کی کھیپ مویشیوں کے چارے کے بیچ میں چھپائی گئی تھی، یہ کارروائی قطری حکام اور جدہ میں سعودی عرب کی جنرل اتھارٹی آف زکوٰۃ اینڈ ٹیکس کے تعاون سے کی گئی۔ (نیوز ایکسپریس)

جرمن ٹرین حملہ میں دہشت گردی کا اینگل نہیں

ایک 33 سالہ فلسطینی نژاد پر شمالی جرمنی میں ایک ٹرین میں متعدد افراد پر چاقو سے وار کرنے کا الزام ہے۔ حکام کے مطابق اس حملے میں ایک سولہ سالہ لڑکی اور ایک 19 سالہ لڑکا ہلاک ہوگئے تھے۔ جرمن استغاثہ نے بتایا کہ شمالی شہروں کیل اور ہیمبرگ کے درمیان چلنے والی ٹرین میں بدھ کے روز سفر کے دوران چاقو زنی کے واقعے کے پیچھے دہشت گردانہ محرکات کی کوئی علامت نہیں ملی ہے۔ جرمن استغاثہ کے دفتر کے ترجمان پیٹر میولررا کو نے فرانسیسی خبر رساں ایجنسی اے اقصبے کے قریب ایک علاقائی ٹرین میں پیش آیا تھا۔ اس حملہ میں سات افراد زخمی بھی ہوئے جن میں سے تین ہسپتایف پی کو بتایا کہ دہشت گردی کے پس منظر کے کوئی اشارے نہیں ملے ہیں۔ چاقو زنی کا یہ واقعہ بدھ کی سہ پہر بروک شٹیڈ ل میں زیر علاج ہیں، دو کی حالت نازک ہے۔ (ڈی ڈبلیو ڈاٹ کام)

تعلیم و روزگار

محمد عادل فریدی

پدم شری تو مل گیا، لیکن پی ایم مودی پختہ گھر دینا بھول گئے

مدھیہ پردیش کے لورہا گاؤں میں رہنے والی 84 سالہ جودھیابائی لوگوں کے درمیان ''اماں'' نام سے مشہور ہیں۔ انھیں پدم شری کا ایوارڈ ملا ہے، لیکن پھر بھی وہ مایوس نظر آرہی ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ پی ایم نریندر مودی اور وزیراعلیٰ شیوراج سنگھ چوہان نے پختہ گھر دینے کا وعدہ کیا تھا جو کہ ابھی تک وفا نہیں ہوا۔ واضح رہے کہ جودھیابائی مزدور سے پینٹر بنی ہیں اور اپنے ہنر کے لیے وہ کئی بار اخبارات کی سرخیاں بن چکی ہیں۔ جودھیابائی عرف اماں شہرت کے باوجود آج بھی مٹی اور ابرک سے بنے گھر میں رہتی ہیں۔ میڈیا رپورٹ کے مطابق ایک رپورٹ کے مطابق اماں کا کہنا ہے کہ ''ہاتھ جوڑ کر میں نے وزیراعظم نریندر مودی اور وزیراعلیٰ شیوراج سنگھ چوہان سے ایک پختہ گھر دینے کو کہا تھا۔ 10 ماہ قبل گھر دیے جانے کا وعدہ بھی کیا گیا تھا۔ یہ تب کی بات ہے جب انھیں 'ناری شکتی' ایوارڈ دیا گیا تھا اور تقریب کا انعقاد دہلی میں ہوا تھا۔'' وہ مزید کہتی ہیں ''میں نے پی ایم مودی کو گلے لگایا اور اپنا درد ان کے سامنے بیان کیا اور بتایا کہ میرے پاس پختہ گھر نہیں ہے، اس کے بعد انھوں نے مجھ سے وعدہ کیا کہ وہ مجھے گھر دیں گے۔'' اماں کا کہنا ہے کہ وعدہ کیے جانے کے بعد سے ہی انھوں نے امریا گاؤں کے سرکاری دفتر کے کئی چکر لگائے، یہاں تک کہ بھوپال بھی گئیں لیکن کچھ فائدہ نہیں ہوا۔ واضح رہے کہ جودھیابائی ملک کی ان 91 شخصیات میں شامل ہیں جنھیں پدم شری ایوارڈ سے نوازا گیا ہے۔ پدم شری ہندوستان کا چوتھے نمبر کا سب سے بڑا شہری ایوارڈ ہے۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ جودھیابائی کے دو بیٹے ہیں جو مزدوری کا کام کرتے ہیں اور انھیں پی ایم رہائش منصوبہ کے تحت گھر مل چکے ہیں۔ دونوں بیٹوں کا گھر ماں کے قریب میں ہی بنا ہوا ہے۔

بہرحال، جودھیابائی معاملے پر سینئر پنچایت افسر کے کے ریکوار کا کہنا ہے کہ ان کا نام پی ایم رہائش منصوبہ سے مستفید ہونے والوں کی فہرست میں نہیں تھا، جبکہ ان کے بیٹوں کا نام اس فہرست میں شامل تھا۔ یہی وجہ ہے کہ بیٹوں کو پی ایم رہائش منصوبہ کا فائدہ دیا گیا۔ حالانکہ افسر نے یہ بھی بتایا کہ جودھیابائی کو سبسیڈی والی ایل پی جی گیس اور پنشن منصوبہ کا فائدہ دیا جارہا ہے۔ جہاں تک پی ایم رہائش منصوبہ کا سوال ہے تو، اس سلسلے میں ریاستی حکومت کو فیصلہ لینا ہوگا۔ (بحوالہ قومی آواز)

''کرپٹو کرنسی'' ایک قسم کا جوا، اس کی قیمت صرف ایک دھوکہ ہے: آر بی آئی گورنر

ریزرو بینک آف انڈیا کے گورنر شکتی کانت داس نے کرپٹو کرنسیوں پر مکمل پابندی لگانے کی اپنی اپیل کو کا اعادہ کرتے ہوئے کہا کہ کرپٹو جوئے کے سوا کچھ نہیں ہے اور اس کی نام نہاد قیمت محض ایک دھوکہ ہے۔ آر بی آئی نے حال ہی میں اپنی ڈیجیٹل کرنسی (سینٹرل بینک ڈیجیٹل کرنسی) کو ''ای-روپے'' کی شکل میں متعارف کرایا ہے، تاکہ کرپٹو کرنسیوں پر لگام لگائی جاسکے اور دیگر مرکزی بینکوں پر برتری حاصل کی جاسکے۔ شکتی کانت داس نے جمعہ کو میڈیا ہاؤس کے ایک پروگرام میں کہا کہ کرپٹو کرنسی کے حامی اسے اثاثہ یا مالیاتی مصنوعات کہتے ہیں، لیکن اس کی کوئی موروثی قدر نہیں ہے۔ ایک ''ٹیولپ'' بھی نہیں۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ پچھلی صدی کے آغاز میں ٹیولپ پھول کی مانگ بہت بڑھ گئی تھی اور اس کی قیمت آسمان پر پہنچ گئی تھی۔ لوگ کسی بھی قیمت پر ٹیولپس حاصل کرنا چاہتے تھے۔ گورنر نے کہا: ''ہر اثاثہ، ہر مالیاتی پروڈکٹ کی کوئی نہ کوئی بنیادی قیمت ہونی چاہیے، لیکن کرپٹو کے معاملے میں کوئی موروثی قدر نہیں ہے، یہاں تک کہ ایک ٹیولپ بھی نہیں اور کرپٹو کی مارکیٹ ویلیو میں اضافہ محض ایک دھوکہ ہے۔'' انہوں نے کہا کہ اسے بہت واضح طور پر کہیں تو یہ ایک جوا ہے۔ آر بی آئی کے گورنر نے اصرار کیا کہ ہم اپنے ملک میں جوئے کی اجازت نہیں دیتے اور اگر آپ جوئے کی اجازت دینا چاہتے ہیں تو پھر اسے جوا ہی سمجھیں اور جوئے کے اصول بھی طے کریں لیکن کرپٹو مالیاتی مصنوعات نہیں ہے۔

کرپٹو کرنسی کیا ہے؟: سادہ زبان میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ کرپٹو کرنسی ایک ڈیجیٹل یا ورچوئل کرنسی ہے۔ یہ ورچوئل کرنسی خفیہ نگاری کے ذریعے محفوظ ہے۔ اس کرنسی کے ذریعے صرف آن لائن لین دین کیا جاسکتا ہے، اس میں کسی تیسرے فریق کا کوئی عمل دخل نہیں ہے۔ کرپٹو کرنسی پر کسی ملک کی حکومت یا بینک کا کوئی کنٹرول نہیں ہے اور نہ ہی کوئی اتھارٹی کرپٹو کرنسی کی قیمت کا فیصلہ کرسکتی ہے۔ آج دنیا میں کرپٹو کرنسی کی سینکڑوں شکلیں موجود ہیں اور بٹکوائن، ایتھر، لائٹکوائن اور مونارو؛ کچھ مشہور کرپٹو کرنسی ہیں۔ بٹکوائن کو دنیا کی پہلی کرپٹو کرنسی سمجھا جاتا ہے اور اسے 2009 میں ساتوشی ناکاموتو نے تیار کیا تھا۔ یہ ایک غیر مرکزی کرنسی ہے، یعنی اس پر کسی حکومت یا ادارے کا کنٹرول نہیں ہے۔ قیمت میں مسلسل اضافے کی وجہ سے لوگوں میں اس کرنسی کی طرف بہت زیادہ کشش ہے۔ (بحوالہ قومی آواز)

پٹنہ ہائی کورٹ نے 609 مدارس کی جانچ کا حکم دیا، گرانٹ پر روک

بہار اسٹیٹ مدرسہ ایجوکیشن بورڈ سے ملحق چھ سو نو مدارس جانچ کے گھیرے میں ہیں۔ ان پر مبینہ طور پر جعلی دستاویزات کی بنیاد پر حکومت سے سرکاری فنڈ حاصل کرنے کا الزام ہے۔ اس معاملے میں پٹنہ ہائی کورٹ نے ایک درخواست پر سماعت کرتے ہوئے بہار حکومت کی سرزنش بھی کی اور ان مدراس کے کے خلاف سخت موقف اختیار کرتے ہوئے جانچ جاری رہنے تک ان مدارس کو دی جانے والی گرانٹ روکنے کا حکم بھی دیا ہے۔ میڈیا رپورٹوں کے مطابق پٹنہ ہائی کورٹ نے بہار حکومت کو ہدایت دی ہے کہ وہ مبینہ طور پر جعلی دستاویزات کی بنیاد پر 609 مدارس کو گرانٹ جاری کرنے کی جاری تحقیقات کو چار ہفتوں کے اندر مکمل کرے اور تب تک ان رجسٹرڈ اداروں کو دی جانے والی رقم کو روک دے۔ چیف جسٹس سنجے کرول اور جسٹس پارتھ سارتھی کی ڈویژن بنچ نے محمد علاؤالدین بسمل کی ایک عرضی پر سماعت کرتے ہوئے حکومت کی سرزنش کرتے ہوئے کہا کہ 'حکومت انکوائری کے نتائج کو ریکارڈ پر رکھنے سے کترا رہی ہے۔ اس میں صرف یہ کہا گیا کہ ضلع مجسٹریٹس کو میمورینڈم بھیجا گیا ہے، اس میں ایک متعینہ وقت کے اندر انکوائری مکمل نہ کرنے کی کوئی وضاحت نہیں ہے۔ عدالت نے پولیس سے اس تناظر میں درج ایف آئی آر پر تحقیقات کو تیزی سے مکمل کرنے کو بھی کہا اور ریاست کے پولیس سربراہ کو دو ہفتوں کے اندر تازہ ترین اسٹیٹس رپورٹ کے حوالے سے حلف نامہ داخل کرنے کو کہا ہے۔ (فکر وخبر)

ملی سرگرمیاں

مولانا مفتی محمد سہراب ندوی

نئی نسل اور خواتین کے دین و ایمان کا تحفظ کیجئے: احمد حسین قاسمی

مکاتب دینیہ کے قیام اور مسلم خواتین میں دینی بیداری پیدا کرنے کے لیے تنظیم امارت شرعیہ کی مہم تیز، سیتامڑھی میں ضلع میٹنگ کا انعقاد

تنظیم امارت شرعیہ سیتامڑھی کی ضلع کمیٹی کی جانب سے سیتامڑھی کے تمام بلاکوں کے صدر و سکریٹری حضرات کی ایک اہم اور نمائندہ میٹنگ حضرت مولانا عمران قاسمی صاحب قاضی شریعت امارت شرعیہ سیتامڑھی کی صدارت میں امن وہار ہوٹل مہسول چوک میں 25 / جنوری کو رکھی گئی، جس میں ضلع کمیٹی کے صدر و سکریٹری کے ساتھ مختلف بلاک کے ذمہ داران نے شرکت کی۔ اس خصوصی میٹنگ میں امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ مرکزی دفتر سے تشریف لائے ہوئے مہمان جناب مولانا احمد حسین قاسمی مدنی معاون سکریٹری امارت شرعیہ نے اپنے خطاب میں حضرت امیر شریعت دامت برکاتہم کا پیغام سناتے ہوئے یہ کہا: کہ حضرت امیر شریعت مفکر ملت مولانا سید احمد ولی فیصل رحمانی دامت برکاتہم امارت شرعیہ کی تنظیم کو متعلقہ ریاستوں بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ کے تمام اضلاع میں مزید مضبوط اور مستحکم کرنے کے لئے کافی کوشاں ہیں۔ جہاں بلاک اور پنچایت سطح پر تنظیم نہیں ہے، وہاں بڑی تیزی کے ساتھ تنظیم کی کمیٹیوں کی تشکیل کا سلسلہ جاری ہے؛ تاکہ موجودہ حالات میں ملت اسلامیہ کے مسائل کو حل اور سماجی پریشانیوں کو دور کیا جاسکے۔ جن اضلاع و بلاکوں میں پہلے سے امارت شرعیہ کی تنظیم قائم ہے، وہاں صدر اور سکریٹری حضرات کے ذریعے مسلمانوں کی ہر طرح سے رہنمائی کی جارہی ہے۔

دوسری طرف بڑے پیمانے پر شعبہ تبلیغ و تنظیم میں حضرات علماء و مبلغین کی بحالی کا عمل جاری ہے؛ تاکہ حضرت امیر شریعت دامت برکاتہم کے پیغامات وہدایات کو تمام مسلم آبادیوں تک ان علمائے کرام کے ذریعے بہ آسانی پہنچایا جاسکے۔ ابھی حالات کی نزاکتوں کے پیش نظر، نئی نسل کے دین وایمان کے تحفظ اور مسلم خواتین میں دینی شعور پیدا کرنے کے لئے امارت شرعیہ کے شعبہ تبلیغ و تنظیم کے دفتر سے ہر علاقے کے ذمہ داران سے رابطہ کا سلسلہ جاری ہے، تمام ضلع و بلاک کمیٹیوں کے صدر و سکریٹری حضرات کو اپنے اپنے علاقوں میں مکاتب دینیہ کے نظام کی نگرانی اور خواتین میں دینی بیداری پیدا کرنے کے لیے تحریک چلانے کی دعوت دی جارہی ہے۔ اسی حوالے سے سیتامڑھی میں آج یہ میٹنگ رکھی گئی، کہ کس طرح ضلع کمیٹی تمام بلاکوں کا دورہ کرکے گاؤں اور محلے کی سطح پر نئی نسل کے دین وایمان کے تحفظ کے لئے دینی مکاتب کا نظام قائم کرے؟ اور مسلم خواتین میں دینی بیداری پیدا کرنے کے لیے ہر سطح پر دینی اجتماعات کا نظام بنائے؟ میٹنگ میں حاضرین کی آراء اور مشوروں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے یہ بات طے پائی کہ ضلع کمیٹی، سیتامڑھی کے تمام بلاکوں کا ترتیب وار دورہ کرے گی، جہاں پنچایتوں کے نئے منتخب ذمہ داران کی شرکت بھی ہوگی اور مقامی علمائے کرام اور حضرات ائمہ مساجد سے اس سلسلے میں گذارش کی جائے گی کہ وہ اس تحریک میں اپنی رضا کارانہ خدمات پیش کریں۔ واضح رہے کہ سیتامڑھی کے تمام بلاکوں کا دورہ ان شاء اللہ ماہ فروری کے اختتام تک مکمل کرلیا جائے گا اور خصوصا خواتین میں دینی بیداری پیدا کرنے کے لیے پورے ضلع میں تحریک چلائی جائے گی۔ واضح رہے کہ تنظیم امارت شرعیہ ضلع کمیٹی کے تعاون سے 6 / مارچ 2023 کو حضرت امیر شریعت کے ہاتھوں سیتامڑھی شہر میں دارالقضا کی تعمیر کا سنگ بنیاد رکھا جائے گا۔ ضلع کمیٹی نے میٹنگ میں یہ عہد کیا کہ امارت شرعیہ سے جو بھی ہدایت آئے گی ہم اسے زمین پر اتارنے کے لئے پوری کوشش کریں گے اور ان شاء اللہ ہم لوگ بہت جلد سیتامڑھی شہر میں مجوزہ دارالقضاء کی تعمیر کے کاموں کو سنگ بنیاد کی تقریب سے پایہ تکمیل تک پہنچائیں گے۔ حاضرین میں سے کئی اہل خیر حضرات نے دارالقضا کے کئی کمروں کی تعمیر کا کام اپنے ذمہ لے لیا۔

پروگرام کا آغاز قرآن کریم کی تلاوت اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نعت شریف سے کیا گیا، اس کے بعد تنظیم امارت شرعیہ سیتامڑھی کے صدر جناب ڈاکٹر ساجد علی خان صاحب اور سکریٹری جناب شمس شاہنواز صاحب نے تنظیم کی کارگزاری رپورٹ پیش کی، جب کہ نظامت کے فرائض تنظیم کے جنرل سکریٹری جناب مشتاق احمد صاحب نے انجام دیئے اور صدر مجلس قاضی شریعت مولانا عمران صاحب قاسمی کے اختتامی کلمات اور مولانا رضوان قاسمی صاحب کی دعا پر میٹنگ کا اختتام ہوا۔ اس موقع پر امن ویہار ہوٹل میں تنظیم امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ کی ذیلی دفتر کا بھی جائزہ لیا گیا، جہاں لوگوں کے عائلی اور خاندانی مسائل کو حل کرنے کے لئے قاضی شریعت حضرت مولانا عمران صاحب قاسمی مدظلہ ہفتہ میں ایک روز وقت دیتے ہیں، بقیہ ایام میں بھی مولانا عبدالرؤف مظاہری صاحب آفس انچارج اور معاون انچارج مولانا رضوان احمد قاسمی صاحب اور تنظیم امارت شرعیہ ضلع کمیٹی سیتامڑھی کے سکریٹری جناب مولانا مشتاق صاحب مستعدی کے ساتھ وقت دیتے ہیں، یہ دفتر ضلع کمیٹی تنظیم امارت شرعیہ سیتامڑھی کی نگرانی میں امن وہار ہوٹل مہسول چوک سیتامڑھی میں گزشتہ کئی مہینوں سے باضابطہ کام کررہا ہے؛ جس کا آغاز امارت شرعیہ کے نائب امیر شریعت حضرت مولانا محمد شمشاد رحمانی قاسمی صاحب، قائم مقام ناظم حضرت مولانا محمد شبلی القاسمی صاحب اور امارت شرعیہ کے نائب ناظم جناب مفتی محمد سہراب ندوی صاحب مدظلہم کے ہاتھوں عمل میں آیا تھا۔ جہاں سے مسلمانوں کے چھوٹے بڑے مسائل حل کیے جاتے ہیں اور ان کی رہنمائی کی جاتی ہے۔

اس میٹنگ کے اختتام کے بعد ضلع کمیٹی کے ذمہ داران نے امارت شرعیہ کے معاون ناظم جناب مولانا احمد حسین قاسمی صاحب کے ساتھ بلواہا بستی میں جاکر امارت انٹرنیشنل گرلس اسکول کے لئے ایک بڑی قطعہ اراضی کا معائنہ کیا جس کے مالکان نے اس زمین کو امارت شرعیہ کو دینے کا ارادہ ظاہر کیا ہے دعا کریں کہ اللہ تعالی امارت شرعیہ سے کی جانے والی تمام دینی وملی کاموں کو قبول فرمائے اور اس کے عمل کے مرحلوں کو آسان فرمائے آمین۔

امارت شرعیہ سے تصدیق نامہ لینے والے اہل مدارس سے اپیل!

امیر شریعت حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی صاحب دامت برکاتہم کی ہدایت پر قائم مقام ناظم امارت شرعیہ مولانا محمد شبلی القاسمی صاحب نے اپنے ایک پریس ریلیز میں کہا ہے کہ تمام مدارس کے اساتذہ وذمہ داران جو مالی فراہمی کے لیے امارت شرعیہ کی طرف سے تصدیق نامہ حاصل کرنے کے خواہش مند ہوں خواہ پہلی بار تصدیق نامہ لینے آرہے ہوں یا پہلے سے تصدیق نامہ حاصل کرچکے ہوں، ان کے لیے لازمی ہے کہ وہ اپنے بلاک کے امارت شرعیہ کی جانب سے مقرر کردہ صدر اور سکریٹری سے تصدیق کرانے کے بعد اپنے علاقہ کے دارالقضاء امارت شرعیہ جاکر مقامی قاضی شریعت سے سفارشی خط ضرور حاصل کرلیں، جس جگہ امارت شرعیہ کی جانب سے صدر اور سکریٹری مقرر نہیں ہیں وہاں علاقائی نقیب سے تصدیق کرائیں، جن لوگوں کو تصدیق نامہ میں مستحق بچوں کی تعداد لکھوانا ضروری ہو وہ لازمی طور پر اپنے علاقہ کے قاضی شریعت سے سفارشی خط پر تعداد ضرور واضح کرالیں۔ پہلی بار تصدیق نامہ حاصل کرنے والے اہل مدارس، صدر رسکریٹری اور قاضی کی تحریری سفارش کے علاوہ مدرسہ جس زمین پر قائم ہے اس کا رقبہ اور زمین کی رجسٹری یا وقف نامہ کی کاپی، اگر رجسٹرڈ مدرسہ ہے تو رجسٹریشن نمبر، طلبہ وطالبات کی درجہ وار مجموعی تعداد، دارالاقامہ میں مقیم امدادی وغیر امدادی طلبہ کی تعداد، اگر امارت شرعیہ یا اکابر علماء کرام کی جانب سے معائنہ ہوا ہو تو اس تحریر کی فوٹو کاپی ضرور منسلک کریں۔ ساتھ ہی جس جگہ مدرسہ واقع ہے وہاں کے کم از کم دو معزز اشخاص کے ٹیلی فون نمبر ضرور درج کریں، ان مذکورہ تفصیلات کے ساتھ اپنی درخواست ناظم امارت شرعیہ کے نام لکھ کر اپنے آدھار کارڈ کی فوٹو کاپی لگا کر کسی نائب ناظم سے جو موجود ہوں اپنے کاغذات کی جانچ کرائیں، پھر آگے کی کارروائی کے لیے دفتر نظامت میں درخواست جمع کریں، جو اہل مدارس پہلے بھی امارت شرعیہ کا تصدیق نامہ لے چکے ہیں، وہ تجدید کے لیے اپنا پرانا تصدیق نامہ اوریجنل بھی جمع کریں، تصدیق نامہ حاصل کرنے کی آخری تاریخ ۲۰؍شعبان المعظم ۱۴۴۴ھ ہے، اس کے بعد تصدیق نامہ کی غرض سے تشریف لانے کی زحمت نہ کریں یہ اطلاع مولانا ارشد رحمانی آفس سکریٹری امارت شرعیہ نے دی ہے۔

اشتہارات کے لئے رابطہ کریں

ہفتہ وار نقیب امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کا ترجمان ہے جو تقریباً سو سالوں سے مسلسل شائع ہورہا ہے، اللہ کا فضل وکرم ہے کہ ملک و بیرون ملک میں قارئین کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہورہا ہے، اس کی عمدہ طباعت، معیاری مضامین اور دیگر خصوصیات کی وجہ سے لوگ اسے ہاتھوں ہاتھ لے رہے ہیں، ادارہ قارئین نقیب سے درخواست کرتا ہے کہ وہ اپنے

مدارس، اسکول، کالج، ہاسپیٹل، میڈیکل اور دکان وغیرہ کے لئے رعایتی قیمت پر غیر تصویری اشتہارات

(Advertisements)

دے کر اپنے ادارہ اور کاروبار کو فروغ دے سکتے ہیں، نیز ادارہ نقیب کے اعزازی ممبران سے بھی درخواست کرتا ہے کہ وہ نقیب کی اشاعت میں مالی مدد کریں۔ ضروری معلومات کے لیے رابطہ کریں:

9576507798,8405997542

Email:. naqueeb.imarat@gmail.com

(منیجر نقیب)

مولانا منت اللہ رحمانی پارامیڈیکل انسٹی ٹیوٹ

امارت شرعیہ، پھلواری شریف، پٹنہ۔801505

داخلہ نوٹس

جن طلبہ وطالبات نے مولانا منت اللہ رحمانی پارامیڈیکل انسٹی ٹیوٹ امارت شرعیہ پھلواری میں بی ایم ایل ٹی اور بی پی ٹی میں داخلہ کے لیے داخلہ امتحان دیا تھا اور ان کا داخلہ نہیں ہوسکا، اگر وہ طلبہ بہار سرکار Health Deptt. سے Permament منظور شدہ Diploma in Pathology (DMLT) دو سالہ میں داخلہ لینا چاہتے ہیں تو وہ جلد از جلد انسٹی ٹیوٹ میں آکر داخلہ لے سکتے ہیں، کچھ محدود سیٹیں ہی بچی ہوئی ہیں۔ داخلہ کیلئے انٹرمیڈیٹ کا مارکس شیٹ، CLC اور Migration جمع کرنا ضروری ہے۔ جن طلبہ نے بی ایم ایل ٹی یا بی پی ٹی کے لیے امتحان نہیں دیا تھا وہ بھی اگر ڈی ایم ایل ٹی میں داخلہ لینا چاہتے ہیں تو انسٹی ٹیوٹ کے کاؤنٹر سے 700 روپئے ادا کرکے داخلہ فارم لیکر ڈائرکٹ داخلہ لے سکتے ہیں۔

تعلیمی لیاقت کم سے کم I.Sc (Physics,Chemistry,Biology&English) ہونا ضروری ہے۔ مزید معلومات کے لیے درج ذیل نمبرات پر رابطہ کیا جاسکتا ہے۔

فون نمبر: 8873771070,9334338123,9939899930

(سہیل احمد ندوی) (سید نثار احمد)

بھارت کا سندھ طاس معاہدے میں ترمیم کے لیے پاکستان کو نوٹس

صلاح الدین زین ڈی ڈبلیو، نئی دہلی

بھارت کے ذرائع ابلاغ اور نیوز ایجنسیوں نے مودی حکومت کے قریبی ذرائع کے حوالے سے یہ خبر شائع کی ہے کہ بھارت نے سن 1960 کے سندھ آبی معاہدے میں ترامیم کے لیے پاکستان کو ایک نوٹس جاری کیا ہے۔ نئی دہلی کا دعوی ہے کہ پاکستانی اقدامات سے معاہدے کی دفعات اور اس کے نفاذ پر منفی اثر پڑا، اسی لیے مجبوراً یہ قدم اٹھایا گیا ہے۔ اطلاعات کے مطابق یہ نوٹس سندھ آبی معاہدے کے کمشنرز کے ذریعے پاکستان کو 25 جنوری کے روز پہنچا دیا گیا۔ بھارت اور پاکستان نے نو برس کی بات چیت کے بعد ستمبر سن 1960 میں اس معاہدے پر دستخط کیے تھے۔ اس معاہدے کا ایک فریق عالمی بینک بھی ہے اور اس کے بھی اس معاہدے پر دستخط ہیں۔

بھارتی میڈیا کے مطابق بھارت نے معاہدے میں ترمیم کا نوٹس اس مقصد کے تحت جاری کیا ہے تاکہ پاکستان کو آئندہ 90 دنوں کے اندر بین الحکومتی مذاکرات میں شامل ہونے کا موقع فراہم کرنے کے ساتھ ہی معاہدے کی خلاف ورزی کو درست کیا جا سکے۔ اس کا یہ بھی کہنا ہے کہ اس عمل کے ذریعے گزشتہ 62 برسوں کے دوران جو سبق سیکھے گئے ہیں، اس کو بھی انڈس واٹر معاہدے میں شامل کر کے اسے اپ ڈیٹ کرنا ہے۔ دہلی کا یہ بھی الزام ہے بھارت کی جانب سے کوششوں کے باوجود پاکستان گزشتہ پانچ برسوں کے دوران اس کے کشن گنگا اور رتلے ہائیڈرو الیکٹرک پروجیکٹس پر بات چیت اور اس معاملے کو حل کرنے سے انکار کرتا رہا ہے، اس لیے بھی ترمیم کا نوٹس جاری کیا گیا ہے۔ بھارت کا دعوی ہے کہ وہ ہند طاس معاہدے پر عمل کرنے کا حامی رہا ہے، تاہم پاکستان کے اقدامات نے سندھ آبی معاہدے کی دفعات اور ان کے نفاذ پر منفی اثر ڈالا ہے، اس لیے بھارت اس بات پر مجبور ہوا کہ وہ معاہدے میں ترمیم کے لیے ایک مناسب نوٹس جاری کرے۔

بات یہاں تک کیسے پہنچی؟: واضح رہے کہ پاکستان نے سن 2015 میں بھارت کے کشن گنگا اور رتلے ہائیڈرو الیکٹرک پروجیکٹس پر اپنے تکنیکی اعتراضات کی جانچ کے لیے ایک غیر جانبدار ماہر کو طلب کرنے کی بات کہی تھی۔

تاہم بھارت کا دعوی ہے کہ سن 2016 میں پاکستان نے یکطرفہ طور پر اس درخواست کو واپس لے لیا اور یہ تجویز پیش کی کہ ایک ثالثی عدالت اس کے اعتراضات پر فیصلہ کرے۔ بھارت کا کہنا ہے کہ پاکستان کی طرف سے یہ یکطرفہ کارروائی تھی، جو معاہدے کی خلاف ورزی ہے۔ حالانکہ اسی مناسبت سے بھارت نے بھی ایک الگ درخواست دی تھی کہ معاملہ کسی غیر جانبدار ماہر کے پاس بھیج دیا جائے۔

تو اہم بات یہ ہے کہ ایک ہی معاملے میں بیک وقت دو طرفہ عمل سے ایک دوسرے کے برعکس یا متضاد نتائج سامنے کا امکان ہے، جو قانون کی نظر میں درست نہیں ہے اور اس سے خود معاہدے کو بھی خطرہ لاحق ہو گیا ہے۔

بھارت کا کہنا ہے کہ عالمی بینک نے سن 2016 میں خود اس بات کا اعتراف کیا تھا اور دو متوازی عمل کو روکنے کا فیصلہ کرتے ہوئے بھارت اور پاکستان سے ایک خوشگوار راستہ تلاش کرنے کی درخواست کی تھی۔

سندآبی معاہدہ کیا ہے؟: سندھ طاس معاہدے میں اس بات پر اتفاق ہوا تھا کہ ''انڈس بیسن'' کے چھ دریاؤں اور ان کی معاون ندیوں کا پانی کون ملک اور کیسے استعمال کرے گا۔ ان چھ میں سے تین دریا پاکستان کے حصے میں آئے جبکہ باقی تین بھارت کے حصے میں آئے تھے۔ ان دریاؤں کو مشرقی اور مغربی دریا بھی کہا جاتا ہے۔ دریائے سندھ، جہلم اور چناب مغربی دریا ہیں جن کے پانی پر پاکستان کا حق ہے۔ دریائے راوی، بیاس اور ستلج مشرقی دریا ہیں جن کے پانیوں پر بھارت کا حق ہے۔ سندھ طاس معاہدے کے تحت بھارت مغربی دریاؤں کا پانی بھی استعمال کرنے کا حق رکھتا ہے، تاہم اس کے لیے اس پر بعض سخت شرائط عائد کی گئی ہیں، بھارت کو ان دریاؤں پر بجلی گھر بنانے کی بھی اجازت ہے، تاہم شرط یہ ہے کہ ان کے پانی کا بہاؤ ایک مقرر حد سے کم نہ ہونے پائے۔

کشن گنگا جہلم کا ہی ایک معاون دریا ہے جو پاکستان میں دریائے نیلم کے نام سے معروف ہے۔ بھارت نے اسی دریا پر لائن آف کنٹرول کے بالکل قریب ایک بجلی گھر بنایا ہے، جسے کشن گنگا ہائیڈرو الیکٹرک پلانٹ کہتے ہیں اور اسی پر دونوں ملکوں کے خلاف شدید تنازعات ہیں۔

شام کے عوام کی ضرورتوں کی تکمیل اقوام متحدہ کی اولین ترجیح ہونی چاہیے

اقوامِ متحدہ کے انسانی امور کے رابطہ دفتر کے مطابق خطے میں 41 لاکھ افراد کو امداد کی ضرورت ہے۔ ان میں سے 33 لاکھ لوگ ضرورت کے لیے کافی خوراک حاصل کرنے کی جدوجہد کر رہے ہیں۔ باب الحوا، ترکی اور شمالی شام کے درمیان واحد سرحدی گزرگاہ ہے جو شام کے شمال مغربی علاقے میں واقع ہے اور اقوامِ متحدہ کی امداد کی ترسیل کے لیے اب بھی کھلی ہوئی ہے۔ اقوامِ متحدہ کی سلامتی کونسل کئی برسوں سے ہر سال کئی کراسنگ پوائنٹس کے ذریعے امداد کی ترسیل کا دوبارہ اختیار دینے کے لیے ووٹ دے رہی ہے۔ تاہم 2021 میں روس نے ان ترسیلات کو ایک کراسنگ پوائنٹ تک محدود کر دیا تھا۔ پھر 2022 میں روس نے اس اختیار کو اس بات پر اصرار کرتے ہوئے مزید محدود کر دیا کہ ہر چھ ماہ بعد اس کی تجدید کرائی جائے۔ 9 جنوری کو مینڈیٹ کی میعاد ختم ہونے سے ایک دن پہلے اقوامِ متحدہ کی سلامتی کونسل نے باب الحوا کو کھلا رکھنے کے حق میں ووٹ دیا۔ اقوامِ متحدہ میں مستقل امریکی مندوب لنڈا تھامس گرین فیلڈ نے کہا کہ امریکہ سرحد کے آر پار انسانی امداد کی ترسیل کے طریقۂ کار پر اس قرارداد کی متفقہ منظوری کا خیر مقدم کرتا ہے۔ لنڈا تھامس کے بقول ''سرحد کے آر پار ترسیل کے نظام کو وسعت دیتے ہوئے ہم نے اس بات کو یقینی بنایا ہے کہ شام کے لوگوں تک خوراک، پانی، پناہ گاہوں کے لیے اشیا اور دیگر ضروری انسانی امداد پہنچتی رہے۔ ہم نے اس بات کو یقینی بنایا ہے کہ ہیضے کی خوفناک وبا کا سامنا کرنے والے ملک کے لیے طبّی آلات اور علاج کے ساز و سامان کی ترسیل منقطع نہیں کی جائے گی۔ اور ہم نے اس بات کو بھی یقینی بنایا ہے کہ انسانی ہمدردی کے کارکن اپنا جرات مندانہ کام انجام دیتے رہیں گے۔''

سفیر تھامس گرین فیلڈ نے کہا کہ ایسے میں جب یہ لائف لائن کام کرتی رہے گی، اور بھی بہت کچھ کیا جا سکتا تھا۔ اس قرارداد کی تجدید کو کبھی بھی بحث کا موضوع نہیں بننا چاہیے تھا۔ ہمیں اب اس بحث کی ضرورت ہے کہ مزید امداد کے ساتھ زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچنے کے طریقۂ کار کو کیسے مضبوط اور مستحکم کیا جائے۔

انہوں نے مزید کہا کہ ہمیں شامی عوام کو دکھانا چاہیے کہ ہم ان کی زندگی کے انسانی پہلوؤں کو اوّلیت دیتے رہیں گے۔ ہم ضرورت مندوں تک متوقع رسائی کو بڑھانے کے لیے جو کچھ بھی ہمارے اختیار میں ہے، وہ کریں گے۔ کیوں کہ اس وقت پورے شام میں، شمال مغرب سے شمال مشرق تک، شام کے تمام 14 گورنریٹس میں، ضرورتیں اس سے کہیں زیادہ ہیں جتنی پہلے کبھی نہیں تھیں۔ سفیر تھامس گرین فیلڈ نے کہا کہ ایسے میں جب دنیا بھر میں انسانی ضروریات میں اضافہ ہوا ہے، امریکہ کی شامی عوام کے ساتھ وابستگی غیر متزلزل ہے۔ ہم طویل عرصے سے بین الاقوامی برادری سے اپیل کرتے آ رہے ہیں کہ شامی عوام کے لیے انسانی ہمدردی کی بنیاد پر فراخ دلی سے مدد فراہم کرے۔ ہم ایک بار پھر اسد حکومت پر زور دیتے ہیں کہ اتنے برسوں بعد اور اتنے تشدد کے بعد اس بے رحمانہ جنگ کو ختم کرنے اور ایک منصفانہ اور پائیدار امن کے قیام کے لیے کام کرنے کے لیے جو کچھ بھی ضروری ہے، وہ کریں۔ (بحوالہ وائس آف امریکہ)

ہندو دیوی کے نام پر جنسی غلام بن کر رہنے والی بھارتی خواتین

ہوا کا بھیمپا کو بچپن میں ہی ایک ہندوستانی دیوی کے لیے وقف کر دیا گیا تھا۔ بھیمپا کی جنسی غلامی کا آغاز اس وقت ہوا تھا، جب اس کے ماموں نے پہلی مرتبہ اس کے ساتھ جنسی عمل کیا اور بدلے میں ایک ساڑھی اور کچھ زیور دیا۔ ہوا کا بھیمپا ابھی دس سال کی بھی نہیں تھی کہ وہ ''دیوداسی'' بن گئی تھی۔ ایسی لڑکیوں کے والدین چند رسمیں ادا کرتے ہوئے ان کی شادی ایک ہندو دیوی سے کر دیتے ہیں۔ بعدازاں ان میں سے اکثر کو جسم فروشی پر مجبور کیا جاتا ہے۔ دیوداسیوں سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ مذہبی قوانین کی پاسداری کرتے ہوئے عقیدت کی زندگی گزاریں۔ انہیں کسی بھی انسان سے شادی کرنے سے منع کر دیا جاتا ہے۔ بلوغت کی عمر میں پہنچتے ہی انہیں مجبور کیا جاتا ہے کہ وہ تحائف کے عوض اپنے کنوارپن کو ختم کرنے کے لیے کسی عمر رسیدہ شخص کے ساتھ جنسی عمل کریں۔ بھیمپا کی عمر اس وقت چالیس برس سے زائد ہو چکی ہے۔ اپنے ماضی کو یاد کرتے ہوئے اس نے نیوز ایجنسی اے ایف پی سے گفتگو کرتے ہوئے کہا، ''وہ عمر رسیدہ شخص میری والدہ کا بھائی تھا، دیوداسی بننے کا نتیجہ برسوں پر محیط جنسی غلامی تھی۔ اس طرح دیوی کی خدمت کے نام پر دوسرے مردوں کے ساتھ جنسی عمل کے ذریعے اپنے خاندان کے لیے پیسہ کمایا جاتا ہے۔'' بھیمپا آخر کار اپنی جنسی غلامی سے بچ نکلنے میں کامیاب رہی لیکن اس کے پاس تعلیم نہیں تھی۔ اب وہ کھیتوں میں محنت کر کے روزانہ کچھ روپے کما لیتی ہے۔

بھیمپا کو ہندوؤں کی دیوی رینوکا کے لیے وقف کیا گیا تھا۔ اسے ایک مرتبہ ایک شخص سے محبت بھی ہوئی تھی لیکن اسے شادی کے لیے کہنا ایک ناقابل تصور بات تھی۔ بھیمپا نے اس بارے میں بتایا، ''اگر میں دیوداسی نہ ہوتی تو آج میرا بھی ایک خاندان ہوتا، میرے بچے ہوتے اور میرے پاس کچھ پیسے بھی رکھے ہوتے۔ میں نے ایک اچھی زندگی گزاری ہوتی۔''

دیوداسی کون ہوتی ہے؟: ہندوؤں کی قدیم مقدس کتابوں میں دیوداسیوں کا کوئی ذکر نہیں ہے، البتہ جنوب کی کچھ مذہبی کتابوں میں اس کا بیان ملتا ہے، اس لیے اسے دھرم کا حصہ سمجھ لیا گیا ہے، ان کتابوں میں خاص طور پر مجاوروں اور پروہتوں کی حیثیت بھگوان جیسی بیان کی گئی ہے، اسی کے سبب صدیوں سے دیوداسی نظام رائج رہا ہے اور خواتین کا جنسی استحصال جاری رہا ہے۔ دیوداسیاں صدیوں سے جنوبی ہندوستانی ثقافت کا حصہ رہی ہیں، اور ایک زمانے میں انہیں معاشرے میں باعزت مقام حاصل ہوا کرتا تھا۔ تب بہت سی دیوداسیاں تعلیم یافتہ ہوتی تھیں، انہیں کلاسیکل رقص اور موسیقی کی تربیت دی جاتی تھی اور یہ ایک آرام دہ زندگی گزارا کرتی تھیں۔ تب انہیں اس بات کی بھی اجازت تھی کہ وہ اپنے جنسی ساتھی کا انتخاب خود کر سکتی ہیں۔

مورخ گایتری آئیر دیوداسی کا تاریخی پس منظر بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں، ''کم و بیش مذہبی طور پر منظور شدہ جنسی غلامی کا موجودہ تصور اصل نظام کا حصہ نہیں تھا۔ انیسویں صدی میں، برطانوی نوآبادیاتی دور میں، دیوداسی اور دیوی کے درمیان ہونے والا یہ مذہبی معاہدہ جنسی استحصال کے ایک ادارے میں تبدیل ہوا۔ بھارتی معاشرے میں ذات پات کی سخت درجہ بندی ہے اور نچلی ذات کے کئی غریب خاندانوں میں اس نظام کو استعمال کیا جاتا ہے تاکہ انہیں اپنی بیٹیوں کی ذمہ داری اٹھانا نہ پڑے۔ سن 1982ء میں بھیمپا کی آبائی ریاست کرناٹک میں اس عمل کو غیر قانونی قرار دے دیا گیا تھا اور سپریم کورٹ مندروں میں نوجوان لڑکیوں کے دیوداسی بنانے کے عمل کو ''شیطانیت'' قرار دے چکی ہے۔ سپریم کورٹ نے 13 فروری 2014ء کو کرناٹک کے سچیو (ریاستی معتمد) کو دیے گئے ایک حکم نامے میں کہا تھا کہ وہ یقینی بنائیں کہ کسی بھی مذہبی مقام میں کسی بھی لڑکی کو دیوداسی کے طور پر استعمال نہ کیا جائے۔ تاہم بھارت میں سرگرم انسانی حقوق کے گروپوں کے مطابق اب بھی خفیہ طور پر نوجوان لڑکیوں کو دیوداسی بنانے کا عمل جاری ہے۔ بھارت میں انسانی حقوق کے کمیشن نے گزشتہ برس لکھا تھا کہ اس مذہبی رسم پر پابندی کے چار عشرے بعد بھی کرناٹک میں 70 ہزار سے زائد دیوداسیاں موجود ہیں۔ **(بحوالہ ڈوئچے ویلے جرمنی)**

جن کی دعائیں جلد قبول ہوتی ہیں!

مولانا محمد الیاس گھمن

اللہ تعالیٰ نے دنیا کوامتحان اور آخرت کو جزاء وسزا کی جگہ بنایا ہے۔ یہاں آزمائش کے لئے خوشیاں بھی عطاء کی ہیں کہ کون ان کو میری نعمت اور احسان سمجھ کر شکرادا کرتا ہے اور غم بھی پیدا فرمائے ہیں کہ کون ان کو اپنی غلطی سمجھ کر میری طرف رجوع کرتا ہے؟ انسان کو دنیا میں یہ دونوں چیزیں نصیب ہوتی ہیں لیکن افسوس صد افسوس کہ صرف اس کو غم ہی یاد رہتے ہیں۔ پریشانی کے آزمائشی لمحات میں اپنے رب سے گلے شکوے، شکایتیں اور ناشکری ہی کرتا ہے۔ اُس ذات کی طرف سے ملنے والی خوشیوں اور نعمتوں کو سرے سے بھلا دیتا ہے بلکہ ان کو اللہ کا محض فضل، احسان اور کرم سمجھنے کے بجائے اپنا ''کمال'' سمجھتا ہے۔ اے کاش! ہمیں اپنی اِن دونوں غلطیوں کا احساس ہو سکے، خوشیوں کو اس کی عطاء سمجھیں اور شکرادا کریں، مصائب اور پریشانیوں کو بھی اللہ کا انعام سمجھیں کیونکہ اللہ تعالیٰ جس مسلمان کو دنیاوی آزمائشوں میں مبتلا کرتے ہیں تو اس کی دعاؤں کو اپنی بارگاہ میں قبولیت سے نوازتے ہیں، یہ اس ذات کا کرم اور محض کرم ہی ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ ہمارے دل میں یہ احساس پیدا ہو جائے کہ ہم اللہ کی مخلوق ہیں، اس پر ایمان لانے اور اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہیں۔ وہ ذات ہم سے پیار کرتی ہے، دنیا میں خوشیاں عطاء کر کے آخرت کی حقیقی خوشیوں کا احساس دلاتی ہے کہ دیکھو دنیا کی خوشیاں عارضی ہیں، ان کے ختم ہونے کا دھڑکا سا لگا رہتا ہے، چھن جانے کا خوف دامن گیر رہتا ہے جبکہ آخرت کی خوشیاں مستقل ہیں، ان کے ختم ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور نہ ہی وہ کوئی چھین نہیں سکتا۔ اسی طرح وہ ذات دنیاوی پریشانیاں دیکر آخرت کی حقیقی پریشانیوں سے نجات حاصل کرنے کا موقع دیتی ہے کہ دیکھو تم دنیا کی پریشانیوں کو جو وقتی اور عارضی ہیں ان کو برداشت نہیں کر سکتے تو آخرت کی لمبی پریشانیاں کیسے برداشت کر سکو گے؟ اللہ تعالیٰ ہمیں جھنجوڑنے اور غفلت سے دور کرنے کیلئے تنبیہ کے طور پر چند پریشانیوں سے دوچار کرتے ہیں تاکہ یہ بندے آخرت کی بڑی اور لمبی پریشانیوں سے بچنے کی وہ تدابیر اختیار کر سکیں جو میرے احکامات اور میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں موجود ہیں بلکہ قرآن وسنت میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عین اس وقت بھی جب کسی مسلمان پر مصائب ومشکلات نازل ہو رہے ہوتے ہیں، اس وقت بھی وہ اللہ کے کرم کے سایہ میں ہوتا ہے۔ اگر وہ کسی گناہ کی وجہ سے اس پر نازل ہو رہی ہیں تو سنبھلنے کا موقع مل رہا ہوتا ہے بلکہ اس شخص کو اس وقت اللہ تعالیٰ ایک بہت بڑی نعمت عطاء فرماتے ہیں کہ ایسے شخص کی دعاء کو قبول فرماتے ہیں۔ ذیل میں ہم چند ایسے اشخاص کا تذکرہ کرتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کسی نہ کسی پریشانی سے دوچار کر کے ان کی دعاؤں کو قبولیت کا شرف عطاء فرماتے ہیں۔

بے بس کی دعاء: انسان کی زندگی میں ایسے مواقع بھی آتے ہیں کہ وہ بالکل بے بس ہو جاتا ہے۔ یہ وہ لمحہ ہوتا ہے جب اللہ کریم اس کی دعاء کو قبول فرماتے ہیں لیکن بدقسمتی یہ ہے کہ جس وقت اللہ تعالیٰ انسان کو نوازنا چاہتا ہے عین اسی وقت یہ اس ذات کے گلے شکوے شروع کر دیتا ہے اس لئے بھرپور کوشش کرنی چاہیے کہ ایسے وقت کو اللہ تعالیٰ کی ناشکری میں ضائع کرنے کے بجائے دعائیں مانگنے میں خرچ کیا جائے۔ قرآن کریم میں ہے: ''(بھلا اللہ کے علاوہ اور کون ہو سکتا ہے؟ جو) بے کس و بے بس انسان کی دعاء کو قبول اور اس سے حالات کی سختی کو دور فرماتا ہے۔'' (النمل)

مریض کی دعاء: انسان کی زندگی میں کبھی صحت غالب رہتی ہے اور کبھی مرض غلبہ پا لیتا ہے لیکن اللہ کا کرم دیکھئے کہ جب انسان کسی مرض میں مبتلا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی دعاء کو قبول فرماتا ہے۔ مرض اس کے گناہوں کا کفارہ اور بلندی درجات کا ذریعہ بن جاتا ہے لیکن افسوس اس موقع پر بھی انسان اپنے اللہ کو بھول جاتا ہے اور جس زبان کو دعاء ومناجات کی عطر بیزیوں سے مہکنا چاہیے تھا وہی زبان ناشکری کی گندگی میں ملوث ہو جاتی ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ اللہ سے صحت کی دعاء مانگنی چاہیے لیکن اگر مرض آ بھی جائے تو اس بات کا خیال کرنا چاہیے کہ ایسے انسان کی دعاء اللہ جلد قبول فرماتے ہیں۔ علاج کے ساتھ ساتھ دعاؤں کا بھرپور اہتمام کرنا چاہیے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مریض جب تک حالت مرض میں رہتا ہے تو اس کی دعاء رد نہیں کی جاتی۔'' (شعب الایمان للبیہقی، حدیث نمبر 9555) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مریضوں کی عیادت کیا کرو اور ان سے اپنے لئے دعاء کی درخواست کیا کرو کیونکہ مریض کی دعاء قبول ہوتی ہے۔'' (الدعاء للطبرانی، حدیث نمبر 1143) اس سے معلوم ہوا کہ مریض کو اپنے لئے بھی دعاء کرنی چاہیے اور عیادت کیلئے آنے والوں کو بھی مریض سے دعاء کی درخواست کرنی چاہیے۔

مسافر کی دعاء: انسان کا جسم راحت کا خواہش مند ہوتا ہے لیکن حالت سفر میں اسے صعوبت و پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اللہ کریم کا کرم دیکھئے کہ انسان پر سفر کی ہلکی سے پریشانی آتی ہے تو اللہ اس پر اپنا کرم یہ فرماتے ہیں کہ اس کی دعاء کو جلد قبول فرما لیتے ہیں۔ ہم لوگ آئے دن سفر کرتے ہیں۔ افسوس کہ سفر میں غیر شرعی کاموں میں لگے رہتے ہیں۔ موبائل سے کھیلتے رہنا، فضول قسم کی باتوں میں لگے رہنا بالخصوص خواتین جب سفر کرتی ہیں تو دوسروں کے گلے شکوے کرتی رہتی ہیں حالانکہ یہ وقت اللہ تعالیٰ سے مانگنے کا ہوتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین دعائیں قبول ہوتی ہیں (ان میں سے ایک) مسافر کی دعاء ہے۔'' (ترمذی، حدیث نمبر 3370)

باپ کی دعاء: اولاد اللہ کی نعمت ہے۔ اللہ جسے یہ نعمت عطاء فرماتا ہے تو اس کی ذمہ داریاں بھی بڑھا دیتا ہے۔ اولاد کی پرورش، رہائش، خوراک، تعلیم، تربیت اخلاق، ادب واحترام اور دینی احکامات پر عمل کی پابندی کرانا یہ والدین پر اولاد کے بنیادی حقوق ہیں۔ ظاہر سی بات ہے کہ ان حقوق کی ادائیگی میں بسا اوقات انسان کو پریشانیاں بھی لاحق ہوتی ہیں، ایسے وقت میں ایک باپ کی کیفیت کیا ہوتی ہے؟ لیکن اللہ کریم کا کرم دیکھئے، اولاد کی نعمت بھی عطا فرماتے ہیں۔ ان کے حقوق کی ادائیگی کیلئے کوئی پریشانی لاحق ہو تو اللہ تعالیٰ اولاد کے حق میں دعاء کو جلد قبول فرماتے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تین طرح کے لوگوں کی دعائیں رد نہیں کی جاتیں (ان میں سے ایک) والد کی دعاء اپنی اولاد کے لئے۔'' (ترمذی، حدیث نمبر 3370)

انصاف کرنے والے حاکم کی دعاء: جس کو کسی قوم پر حاکم بنا دیا جائے، تو اس قوم کو انصاف فراہم کرنا حاکم کے ذمہ ہوتا ہے۔ معاشرے میں جرائم کی کثرت اور مجرموں کا طاقتور ہونا ایک زمینی حقیقت ہے۔ ایسے میں انصاف کی فراہمی سب سے مشکل کام ہوتا ہے لیکن جس شخص کو اللہ تعالیٰ اس مشکل مرحلے سے گزارتا ہے تو اس کو دنیا میں یہ انعام عطاء فرماتا ہے کہ ایسے شخص کی دعاء کو جلد قبول فرماتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تین طرح کے لوگوں کی دعائیں رد نہیں کی جاتی (ان میں سے ایک) امام عادل کی دعاء ہے۔'' (ابن ماجہ، حدیث نمبر 1752)

ذکر کرنے والے کی دعاء: اللہ تعالیٰ کے ذکر کے بے پناہ فضائل ومناقب اور اس کے فوائد وثمرات ہیں۔ ایسا شخص جو کثرت کے ساتھ اللہ کا ذکر کرتا ہے تو اس کی دعاء بھی اللہ جلد قبول فرماتے ہیں، یہ مستجاب الدعوات بننے کا نسخہ اکسیر ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تین لوگوں کی دعاء اللہ تعالیٰ رد نہیں فرماتے (ان میں سے ایک) کثرت کے ساتھ اللہ کا ذکر کرنیوالے کی دعاء بھی ہے۔'' (الدعاء للطبرانی، حدیث نمبر 1316)

حاجی اور عمرہ کرنے والے کی دعاء: حج اور عمرہ کرنے والوں کو بھی اللہ تعالیٰ یہ سعادت نصیب فرماتے ہیں کہ ان کی دعاؤں کو قبول فرماتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''غازی فی سبیل اللہ، حج کرنے والے اور عمرہ کرنے والے اللہ کے مہمان ہیں، ان کو اللہ نے پکارا تو انہوں نے لبیک کہا، وہ اللہ سے دعاء مانگتے ہیں تو اللہ ان کو عطاء فرماتے ہیں۔'' (ابن ماجہ، حدیث نمبر 2884)

روزہ دار کی دعاء: روزے میں صبح صادق سے غروب آفتاب بھوک، پیاس اور جائز جنسی تعلقات سے رکنا ہوتا ہے، اگرچہ یہ کچھ وقت کیلئے ہوتا ہے۔ صبح سحری میں بھی کھانا وغیرہ کی اجازت ہوتی ہے اور شام کو افطاری میں بھی کھانے پینے کا حکم ہے۔ اس تھوڑے سے وقت میں اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے اور اس کا حکم ماننے کے لئے جو برداشت کا مظاہرہ کیا جاتا ہے کہ کھانے پینے کی تمام چیزیں سامنے رکھی ہوئی ہیں لیکن بندہ کچھ نہیں کھا رہا، اس پر اللہ تعالیٰ دنیا میں ہی یہ انعام عطا فرماتے ہیں کہ ایسے شخص کی دعاء کو قبول فرماتے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تین آدمیوں کی دعاء رد نہیں کی جاتی (ان میں سے) ایک روزہ دار ہے یہاں تک کہ وہ افطار کر لے۔'' (ابن ماجہ، حدیث نمبر 1752)

مسلمان بھائی کے لئے عدم موجودگی میں دعاء: کسی کے سامنے اس کی اچھائی بیان کرنا بھی اچھی بات ہے لیکن اس میں کبھی دنیاوی اغراض ومقاصد کو دخل ہوتا ہے اور جو دعاء اپنے مسلمان بھائی کی عدم موجودگی میں کی جائے اس میں یہ شائبہ بھی نہیں ہوتا۔ اس اخلاص کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ایسے مسلمان کی دعاء کو قبول فرماتے ہیں جو اپنے ایک مسلمان بھائی کیلئے اس کی عدم موجودگی میں کرے۔ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب کوئی مسلمان اپنے بھائی کی عدم موجودگی میں اس کیلئے دعاء کرتا ہے تو ایک مقرر فرشتہ اس کے جواب میں کہتا ہے کہ جو تُو نے اپنے بھائی کے لئے مانگا ہے اللہ تجھے بھی وہی عطا کرے۔'' (مسلم، حدیث نمبر 7027)

اللہ تعالیٰ ہمیں ہر حال میں دعاء مانگنے والا بنائے اور ہماری دعاؤں کو قبول بھی فرمائے۔ آمین

(مابقیہ: دینی مسائل)

چونکہ ایمان ہی دنیا وآخرت میں کامیابی وکامرانی کی ضمانت اور فلاح یابی کی کلید ہے، اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ وصیت فرمائی کہ ایمانی لٹیرے تمہارے ایمان کو سلب کرنے کی چاہے جتنی بھی کوشش کر لیں تمہارے جسم وجان پر حملہ کریں، قتل کر دیں، آگ میں جلا دیں، سب کچھ گوارہ کر لینا، لیکن اپنے قیمتی ایمان کو ضائع نہ کرنا: ''**لا تشرک باللہ شیئاً وان قتلت وحرقت رواہ احمد**'' (**مشکوۃ المصابیح، باب الکبائر وعلامات النفاق**)

آخر کوئی بات تو تھی کہ صاحب ایمان اللہ کے بندے اور بندیوں کو آگ میں جلایا گیا، تیل میں کڑکایا گیا، پھانسی کے پھندے پر لٹکایا گیا، گھسیٹا گیا، مارا اور پیٹا گیا، سخت سے سخت سزائیں دی گئیں، پھر بھی انہوں نے ایمان کی دولت کو ہاتھ سے جانے نہیں دیا اور حکم خداوندی ''وَ لَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ'' مرنا تو مسلمان ہی مرنا پر عمل کر کے دکھا دیا۔

حالات اور بھی بد سے بدتر ہوں گے، ایمانی لٹیرے ایمان پر ڈاکہ ڈالنے کی نت نئی تدبیریں اختیار کریں گے، حالات اتنے سنگین ہوں گے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''آدمی صبح میں مومن ہوگا، شام ہوتے ہوتے کافر ہو جائے گا، شام میں مومن ہوگا صبح ہوتے ہوتے وہ کافر ہو جائے گا، لوگ دنیا کی خاطر اپنے ایمان کا سودا کر لیں گے:

''**عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: تکون بین یدی الساعۃ فتن کقطع اللیل المظلم، یصبح الرجل مومنا ویمسی کافرا، ویمسی مومنا ویصبح کافرا، یبیع اقوام دینھم بعرض من الدنیا**'' (**سنن الترمذی، باب ماجاء ستکون فتن کقطع اللیل المظلم: ۲۱۹**)

ایسے سنگین ماحول میں اپنے دین وایمان کی حفاظت کرنا کوئی آسان کام نہیں ہوگا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''آگ کے انگاروں کو ہاتھ میں لینے کے مترادف ہوگا: ''**عن ان بن مالک رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یأتی علی الناس زمان الصابر فیھم علی دینہ کالقابض علی الجمر**'' (**سنن ترمذی، کتاب الفتن: ۲۲۶۰**)

لہٰذا ہر صاحب ایمان خواہ مرد ہو یا عورت کی شرعی ذمہ داری ہے کہ ایمانی لٹیروں سے اپنے ایمان کی حفاظت کریں، ایمان کی حفاظت میں اگر مال ودولت اور جسم وجان کی قربانی دینے کی نوبت آجائے تو خوشی سے گوارا کر لیں، پوری قوت وطاقت کے ساتھ اپنے ایمان پر ثابت قدم رہیں اور اللہ تعالیٰ سے حفاظت ایمان کی دعا بھی کرتے رہیں: ''رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ ھَدَیْتَنَا وَ ھَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَۃً اِنَّکَ اَنْتَ الْوَھَّابُ'' (آل عمران: ۸) ۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ذاتی مفاد پر ملی مفاد کو ترجیح دیں

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

مسلمانوں کی آبادی اب دنیا کے تقریباً ہر ملک میں پائی جاتی ہے، اور وہ ملک جن میں وہ اکثریت میں ہیں، ایک معتد بہ تعداد رکھتے ہیں، یہ تعداد ایسی ہے کہ بین الاقوامی سیاست اور دیگر معاملات میں نظر انداز نہیں کی جاسکتی، مسلمانوں کے یہ ملک اقتصادی لحاظ سے بھی مضبوط ہیں ان میں سے متعدد ملک اپنے معدنی ذخائر کے لحاظ سے دنیا کے اولین ملکوں میں شمار کیے جاتے ہیں اور ان کے بعض بعض ذخائر ایسے ہیں کہ دنیا کے انتہائی بڑے ملک اپنے کو ان کا محتاج محسوس کرتے ہیں، مسلمان اگر امت واحدہ کے طور پر کام کریں تو دنیا کی بین الاقوامی سیاست اور رائے عامہ ان کی مرضی کے خلاف نہیں ہوسکتی، ان کی رعایت کے بغیر دنیا کا کوئی کام انجام نہیں پا سکتا۔

مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو دین عطا کیا گیا ہے، وہ تمام انسانیت کی فلاح اور صلاح کا ضامن ہے وہ نہ صرف خود مسلمانوں کی عزت وقوت کا باعث ہے، بلکہ ساری دنیا کی عزت وقوت کا سرچشمہ یہ دین بن سکتا ہے، لیکن اس امر کی طرف توجہ تمام دنیا کو کیا خود مسلمانوں کو بھی نہیں ہے، وہ نہ اپنے دین کی اہمیت کو سمجھتے ہیں اور نہ بحیثیت ایک بین الاقوامی اور عظیم تر ملت ہونے کے اپنی طاقت کو سمجھتے ہیں، وہ اپنے دین کی اس اہمیت اور اپنی عظیم طاقت سے فائدہ اٹھانے اور دوسروں کو فائدہ پہنچانے کی طرف کوئی دھیان نہیں دیتے اور اس کے لیے جو سود مند طریقہ ہے اس کو اختیار نہیں کرتے اور دوسروں کو بھی اس کی اہمیت سے واقف نہیں کراتے، یہ وقت کا اہم تقاضہ ہے کہ وہ خود بھی اس سے صحیح فائدہ اٹھائیں اور دوسروں کو بھی اس کی اہمیت وافادیت سے واقف کرائیں، مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے امت دعوت بنایا گیا ہے، ان کی افادیت اس پانی کی طرح ہے جس سے انسانوں کی پیاس بجھتی ہے، اور خشک کھیتیاں سیراب ہوکر سرسبز وشاداب ہوتی ہیں، لیکن اس وقت مسلمان خود اپنی پیاس نہیں بجھا پارہے ہیں، اور خود اپنی کھیتیوں کو سرسبز وشاداب نہیں بنا پارہے ہیں، اس وقت دنیا کے ملکوں میں کم ایسے ملک ہوں گے جہاں مسلمانوں پر بحیثیت مسلمان زمین تنگ نہ ہو، ان کو بے بسی اور لاچارگی کا سامنا نہ ہو، ان کا حال یہ ہوگیا ہے کہ جہاں مسلمان اقلیت میں ہیں، وہاں ان کو سیاسی اور اقتصادی دشواریوں اور مصیبتوں سے دوچار ہونا پڑتا ہے اور جہاں مسلمان اکثریت میں ہیں وہاں ان کو اپنے دین پر صحیح طور پر عمل کرنے اور اس کو نافذ کرنے میں طرح طرح کی دشواریاں پیش آرہی ہیں۔

یہ صورت حال اگر مسلمان ایک کمزور، بے قیمت اور وسائل زندگی سے محروم قوم ہوتے تو سمجھ میں آسکتی تھی یا ان کی تعداد بہت کم ہوتی تو سمجھ میں آسکتی تھی، لیکن ان کے موجودہ حجم کی صورت میں کہ دنیا کی پانچ ارب آبادی میں وہ ایک ارب سے زیادہ ہیں، دنیا کے سیاسی طور پر ڈیڑھ سو تسلیم شدہ ملکوں میں ایک تہائی کے قریب ہیں، متحدہ اقوام میں وہ جس رائے کی طرف ہوجائیں اس رائے کا ناکام ہونا ممکن نہیں، وہ دنیا کے ملکوں کی برادری میں کوئی ایک موقف اپنائیں تو ان کے موقف کو گرایا نہیں جاسکتا، وہ اپنی زمینی دولتوں کو صحیح ڈھنگ سے استعمال کریں تو دنیا کے بڑے بڑے ملک ان کے قدموں پر گر جائیں گے، وہ متحد کر اپنی سیاست بنائیں تو دنیا میں کوئی بڑا فیصلہ ان کی رائے معلوم کیے بغیر نہ ہوسکے گا۔

لیکن ہو کیا رہا ہے؟ مسلمانوں کی ان تمام طاقتوں اور صلاحیتوں کے باوجود ان کے برعکس حالات میں جو چھوٹے سے چھوٹا گروہ بھی آپس میں کئی ٹکڑیوں میں بٹا ہوا ہے اور ایسی عداوت کہ دشمن سے بھی نہ ہوگی، بھائی بھائی سے جدا ہے، بلکہ اس کو گرانے اور شکست دینے کی خاطر دشمن سے بھی مدد لے لیتا ہو، اسلام کی عزت ملت کی عزت اور ادارہ کی عزت کے بجائے صرف اپنی عزت کی فکر میں لگا ہوا ہے، وہ اپنی عزت کے لیے خواہ وہ صرف دکھاوے کی اور جھوٹی عزت ہو اپنے خاندان کی اپنی ملت کی عزت کو برباد کرسکتا ہے، افراد سے لے کر اداروں، حکومتوں اور بین الاقوامی برادری تک بھی مسلمانوں کا یہ طرز عمل نظر آرہا ہے، ایسی صورت میں اس قوم کی ترقی وکامیابی کی اچھی توقعات کہاں قائم کی جاسکتی ہیں، لیکن اس سب کے باوجود اس عظیم دین کے تابعداروں کے لیے مایوسی کی بات نہیں ہے، اس میں امید کی کرن ان اسلامی تعلیمات میں ہے جو ہم کو قرآن کریم وحدیث سے ملتی ہیں، ان کو اگر ہم اپنا سکیں تو ہم اپنی تمام کمزوریوں کو دور کرسکتے ہیں اور مسلمانوں کی تاریخ میں بار بار پیش آیا ہے کہ امت اتنی گرگئی کہ اس کا اٹھنا دشوار محسوس ہونے لگا، اتنے میں خدا کا ایک بندہ اٹھا اور اس نے اللہ اور اس کے رسول کے بتائے ہوئے طریقہ پر چلتے ہوئے اصلاح کی جدوجہد کی اور کامیاب ہوئی، اسی لیے یہ امت اتار چڑھاؤ سے تو گذری لیکن ختم یا تباہ نہ ہوئی۔

آج ضرورت ہے کہ ہم غور کریں کہ ہم اپنی ان کمزوریوں کو کیسے دور کرسکتے ہیں، جو ہم کو تباہی وبربادی میں ڈالے ہوئے ہیں، ہم کو چاہیے کہ ہم ان کمزوریوں کی اصلاح کی فکر کی طرف جلد ہی توجہ کریں، باہر کے دشمن سے لڑنے سے قبل ہم کو اپنے اندر کے دشمن سے لڑنا ہوگا، بخار میں مبتلا آدمی کو پہلے اپنے بخار کو دور کرنے کی فکر کرنا چاہیے تاکہ وہ صحت کے ساتھ طاقت آزمائی میں مضبوط ثابت ہوسکے، ہماری طاقت وعظمت کا راز اس میں پوشیدہ ہے کہ ہم ”تَعَاوَنُوْا عَلَی البِرِّ وَ التَّقْوٰی وَ لَا تَعَاوَنُوْا عَلَی الْاِثْمِ وَ الْعُدْوَان“ (نیکی کے کام میں اور تقویٰ واحتیاط کے سلسلہ میں آپس میں تعاون کرو، معصیت کے کام اور دوسرے پر زیادتی کے سلسلہ میں تعاون نہ کرو)۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے: ”آپس میں غصہ نہ کرو اور نہ آپس میں حسد کرو، اور نہ سازش کرو اور نہ آپس میں مقاطعہ کرو اور اللہ کے بندے بھائی بھائی بن جاؤ“۔

ہم تنہا ان دو نصیحتوں کو اپنے سامنے رکھیں اور اپنی زندگی کو ان کے مطابق ڈھالیں تو ہماری وحدت مضبوط دیوار کی طرح بن سکتی ہے، ہماری طاقت ناقابل شکست چٹان بن سکتی ہے، ہمارا معاشرہ شاندار سیرت وکردار کا معاشرہ بن سکتا ہے کہ جس کو دیکھ کر ہمارے دشمن رشک کریں اور صرف رشک ہی نہیں بلکہ اس کی طرف مائل ہونے اور اس کی نقل کرنے کی طرف لپک کر بڑھیں اور ہماری رہنمائی اور سرپرستی میں اپنے کو دے دینے کے خواہش مند ہوں، کیا ایسا ہماری ماضی میں نہیں ہوا؟ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے 23 سال کے عرصہ میں جو معاشرہ تربیت دے کر تیار کیا تھا، اس معاشرہ نے دنیا کے ایک بڑے حصہ کو اپنا گرویدہ اور نیاز مند نہیں بنالیا؟ حالانکہ ان کی مادی طاقت اپنے دشمنوں کی مادی طاقت سے کم تھی، ان کی تعداد ان کے دشمنوں کی تعداد سے کم تھی، ان کے وسائل وسامان زندگی اپنے دشمنوں کے وسائل اور سامان زندگی سے کم تھے، لیکن ان کے پاس ایمان کی طاقت تھی، بے غرضی اور اخلاص کی طاقت تھی، اللہ کے حکم کے سامنے سر جھکا دینے اور خواہش نفس پر غالب رہنے کی طاقت تھی، اور آج ہمارے پاس یہ طاقتیں موجود نہیں، ہم خدا کے حکم اور ملت کے مفاد کے لیے اپنی اندرونی خواہش وجذبہ کو بھی قربان نہیں کرسکتے۔

ہمارے کسی معمولی ذاتی مفاد کا نقصان ہو یا اپنی جھوٹی عزت کے کسی جزو کو دھکا پہنچتا ہو تو ہم شریف سے شریف آدمی کو ذلیل کرکے رکھ دیں، ملت کے بڑے سے بڑے مفاد کو قربان کردیں، خدا اور رسول کے اہم سے اہم حکم کو پامال کردیں، ایسی صورت میں نتیجہ معلوم ہے کہ پہلے ملت کی تباہی پھر اس کے افراد کی بربادی اور ذلت، آج افسوس کی یہی بات ہے کہ امت اسلامیہ بین الاقوامی، پھر بین المملکی، پھر من حیث الجماعت پھر من حیت الافراد، اسی ذلت ونکبت میں مبتلا نظر آرہی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ فرمان آج کے حال پر منطبق ہورہا ہے کہ ”أنتم غثاء كغثاء السيل“ کہ تم تعداد کی زیادتی کے باوجود سیلاب کے لائے ہوئے جھاگ کی طرح ہوگے یعنی دیکھنے میں بہت لیکن حقیقت وافادیت میں کچھ نہیں۔

سیاست کو شریعت کا پابند بنایا جائے

سلطان معز الدین

امت مسلمہ آج جن حالات سے دوچار ہے اور ملی تنظیمیں ان پر پیچ حالات میں جو کام انجام دے سکتی ہیں وہ بے حد اہم ہے کہ ہمارے اکابر ملت کو کلمہ کی بنیاد پر ایک لڑی میں پرونے اور اختلاف وانتشار سے بچنے کی تاکید فرماتے ہیں۔ ہمارے ذہنوں میں یہ سوال اٹھتا ہے کہ آخر یہ اختلافات کیوں مسلسل جاری ہیں؟ اور ان کے کیا اثرات ونتائج مرتب ہورہے ہیں، کیا ہم اپنے مذہب کی تعلیمات کو بھلا چکے ہیں، جس نے ہمیں اختلاف سے اور مسلمانوں کا خون بہانے سے سختی سے روکا تھا، دو مسلمان گروہ آپس میں برسرپیکار ہوں گے تو نقصان خود ہی کو پہنچے گا اور قاتل ومقتول دونوں سخت سزا کے مستحق ہوں گے۔

امت اسلامیہ کے لئے اپنی قومیت اور نسل کے فرق کے باوجود افراط وتفریط اور بے اعتدالی کی کوئی گنجائش نہیں ہے کہ وہ شریعت کو نظر انداز کرکے سیاست کو اختیار کرلے، بلکہ صحیح یہ ہے کہ شریعت کو سیاست پر ترجیح ہوگی، اس لئے کہ جہاں سیاست ضروری ہے وہاں یہ بھی ضروری ہے کہ شریعت سیاست کی نگرانی کرے اور سیاست کو عدل پر مبنی شرعی قیود اور پابندیوں کا پابند بنائے، اس لئے کہ ہماری ظاہری نظر اور خواہشات کو لبھانے والی ہر چیز اچھی نہیں ہوسکتی، اچھے اور برے کا معیار خواہش نہیں بلکہ دین ہے، دین نے جسے حسن اور خیر قرار دیا وہی بہتر اور خیر ہے، چاہے وہ کتنا ہی کڑوا گھونٹ ہو، جسے انسان پینا پسند نہ کرتا ہو۔

میرا نقطۂ نظر یہ ہے کہ امت اسلامیہ جس کمزوری اور زوال کا آج شکار ہے وہ صرف اسلام دشمن سازشوں کا نتیجہ نہیں؛ بلکہ یہ کمزوری اور بے بسی خود اس امت کی اپنی کوتاہیوں کے نتیجہ میں پیدا ہوئی ہے، صورت حال یہ ہے کہ ملت کا اعتماد خود اپنے دین سے اٹھتا جارہا ہے، اسلامی تعلیمات اور احکام کی بجا آوری کا جذبہ بڑی حد تک کم ہوگیا ہے، بلکہ اس کے برعکس غیر اسلامی افکار ونظریات اور ان تہذیبی وثقافتی قدروں پر اس کا ایمان ہے جو حالیہ انقلابات اور تباہ کن رجحانات کی پیداوار ہیں، یہ یقیناً سب سے بڑا سبب ہے، جس کی وجہ سے امت مسلمہ خود اپنے لئے اور عالمی پیمانے پر اسلامی معاشرہ کے لئے مفید کام انجام دینے کے لائق نہیں۔

آج دنیا کے مختلف حصوں میں یہاں اور وہاں ہم جس مشکل صورت حال سے دوچار ہیں، ان سب کا حل یہ تقاضہ کرتا ہے کہ امت اسلامیہ باہمی اتحاد اور مضبوط تعاون کے ساتھ غیروں پر بھروسہ کیے بغیر اپنے مسائل کے حل کے لئے مصروف عمل ہو، ہمارا فرض یہ تھا کہ ہم اپنے دشمنوں کو اپنی ایک بالشت زمین پر بھی دسترس کی اجازت نہ دیں کہ وہ جس طرح چاہیں ہماری زمین کے ٹکڑے کریں، جب کہ مسلم قوم ہلاکت سے دوچار ہو اور کوئی خاص کر ان کے مسلمان بھائی ان کی طرف دست تعاون بڑھانے کو تیار نہ ہوں، حالاں کہ مسلمان آپس میں ایک دوسرے کے لئے ایک جسم کی طرح ہیں، جس کے ایک حصہ میں تکلیف ہوتی ہے تو پورا جسم کراہ اٹھتا ہے۔

مجھے یقین ہے کہ ”امت کے ایک جسم وجان ہونے“ کے اصول کو اگر امت اسلامیہ اپنی زندگی میں نافذ کرے تو پرفریب عالمی امداد کے پردہ میں ہونے والی سازشیں اور چالیں ہواؤں میں بکھر جائیں گی اور باشعور ملت اسلامیہ اس دام فریب میں نہ آسکے گی اور نہ اسے قبول کرنے کا آمادہ ہوگی۔

امت اسلامیہ کے پاس بھرپور صلاحیتیں اور مہارتیں موجود ہیں، اس کے پاس مالی وسائل ہیں، وہ اسلامی شریعت کو عملی طور پر نافذ کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے، یہی وجہ ہے کہ ادھر چند سالوں سے مسلم ممالک میں مسلمانوں نے اسلامی بینک قائم کرنا شروع کیا ہے، جو سودی بینکوں کا مقابلہ کررہے ہیں، یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اگر ہم چاہیں تو اسلامی شریعت آج کے عہد میں نافذ کیے جانے کی صلاحیت رکھتے ہیں، جب کہ کچھ لوگ ایسا سمجھتے تھے کہ سود پر مبنی بینکنگ نظام کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے، حقیقت یہ ہے کہ بینکنگ کے میدان میں اسلامی نظام کی یہ کامیابی اس کی واضح طور پر دلیل ہے کہ اسلام ہر زمانہ اور ہر ملک میں نافذ کیے جانے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

اس صورت حال کو دیکھتے ہوئے ہمیں یقین ہے کہ آنے والا دور عالم اسلام کے وسیع حدود میں اسلام کے نفاذ کا مشاہدہ کرے گا، کیوں کہ اسلام ہی وہ جامع دستور اور مکمل نظام حیات ہے جو انسانی زندگی کے ہر پہلو کو اپنے دائرے میں سمیٹے ہوئے ہے۔

صلح حدیبیہ کے نتائج

مولانا اکبر شاہ نجیب آبادی

اگر چہ ملک عرب میں دین ابراہیمی کا رواج تھا اور اہل عرب شرک و بت پرستی میں مبتلا تھے، لیکن خانۂ کعبہ کی عظمت کو سب تسلیم کرتے اور خانۂ کعبہ کا حج ہمیشہ کرتے تھے، حج کے ایام میں لڑائیوں کو بھی ملتوی کر دیتے تھے ماہ شوال 6ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دیکھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ خانۂ کعبہ میں داخل ہو رہے ہیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خانۂ کعبہ کے طواف و زیارت کی آرزو تھی، اس خواب سے اور بھی تحریک ہوئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ یعنی زیارتِ کعبہ کا عزم فرمایا، ماہ ذیقعدہ 6ھ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہزار چار سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ مدینہ سے مکہ کی جانب روانہ ہوئے، عمرہ کا احرام باندھا اور قربانی کے ستر اونٹ ہمراہ لئے، احرام کا باندھنا اور قربانی کے اونٹوں کا ہمراہ ہونا اس بات کی علامت تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنگ کے ارادے سے نہیں نکلے بلکہ صرف بیت اللہ کی زیارت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد ہے قریش مکہ کو بھی کسی طرح حق حاصل نہ تھا کہ وہ کعبہ کی زیارت سے کسی کو باز رکھیں۔

چنانچہ مقام ذی الحلیفہ میں پہنچ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ خزاعہ کے ایک شخص کو احتیاطاً بطور جاسوس آگے روانہ کیا، اس نے مقام عسفان میں واپس آ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی کہ قریش نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کا حال سن کر بڑی زبردست جمعیت مقابلہ کے لئے فراہم کر لی ہے، اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خانۂ کعبہ تک پہنچنے سے روکیں گے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے مشورہ کیا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم لوگ عمرے کی نیت سے آئے ہیں لڑنے کے ارادے سے نہیں آئے، اگر کوئی شخص ہمارے اور بیت اللہ کے درمیان حائل ہو تو ہمیں مجبوراً اس سے لڑنا چاہیے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ رائے سن کر آگے بڑھنے کا حکم دیا، قریش مکہ نے خالد بن ولید کو سواروں کا ایک دستہ دے کر مقام کراغ الغمیم پر بھیج دیا، کہ وہ مسلمانوں کو مکہ کی طرف بڑھنے سے روکیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عسفان سے روانہ ہو کر راستے سے کسی قدر داہنی جانب کترا کر سفر اختیار کیا اور یکا یک خالد بن ولید کے قریب پہنچے، خالد بن ولید مسلمانوں کی اس یکا یک آمد سے سراسیمہ ہو کر مکہ کی جانب سرپٹ گھوڑا دوڑا کر گئے، اور اہل مکہ کو مسلمانوں کے قریب پہنچ جانے کی اطلاع دی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم بڑھتے ہوئے اس پہاڑی پشتے تک پہنچ گئے جس سے دوسری جانب اتر کر شہر مکہ کا نواحی میدان شروع ہو جاتا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی اس جگہ بیٹھ گئی، لوگوں نے کہا کہ اونٹنی نے دھوکہ دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اونٹنی نے دھوکہ نہیں دیا، حرمت الٰہی کے خلاف تمہاری خواہشیں پوری نہیں ہو سکتیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش یہ تھی کہ بیت اللہ اور مکہ پر جو بلد الحرام ہے، حملہ کرنا حرمتِ کعبہ کے خلاف ہے اس لئے خدا تم کو روک رہا ہے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹنی کو ڈانٹا، وہ اٹھ کر چل پڑی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام حدیبیہ کے کنوئیں پر پہنچ کر قیام کیا، اس کنوئیں میں بہت ہی تھوڑا سا پانی تھا جو ذرا سی دیر میں ختم ہو گیا، لوگوں کو تکلیف ہوئی، آپ نے اپنے ترکش سے ایک تیر نکال کر حضرت براء بن عاربہ کو دیا کہ یہ تیر کنوئیں میں ڈال دو، تیر کے ڈالتے ہی پانی کنوئیں میں اس قدر بڑھ گیا کہ لشکر اسلام کو پانی کی قطعاً تکلیف نہ ہوئی، جب حدیبیہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم مقیم ہوئے تو قریش مکہ کی جانب سے بُدیل بن ورقاء خزاعی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چند قوموں کے ہمراہ آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے کا سبب دریافت کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ تم دیکھتے نہیں ہو کہ قافلہ کے آگے قربانی کے اونٹوں کی قطار ہے اور ہم احرام باندھے ہوئے ہیں، بُدیل یہ سن کر واپس چلا گیا اور قریش مکہ سے کہا کہ تم ناحق شور و غوغا مچا رہے ہو، محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو صرف بیت اللہ کی زیارت کو آ رہے ہیں، تم سے لڑنے کو نہیں آئے، قریش کے فتنہ پسند لوگوں نے کہا کہ ہم ان کو بیت اللہ کی زیارت کے لئے بھی نہیں آنے دیں گے، لیکن ان کے سمجھدار لوگ کچھ خاموش ہو کر سوچنے لگے، اس کے بعد اہل مکہ نے عطیس بن علمہ کنانی قبائل احابیش کے سردار اعظم کو قاصد بنا کر بھیجا، وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تک بھی نہیں آیا، بلکہ قربانی کے اونٹوں کو دیکھ کر راستے ہی سے واپس چلا گیا، اور کہا کہ مسلمان لڑنے کے ارادے سے نہیں آئے بلکہ عمرے کے ارادے سے آئے ہیں، زیارت کعبہ سے روکنے کا کوئی حق کسی کو حاصل نہیں ہے، یہ سن کر قریش نے کہا کہ تم جنگلی آدمی کچھ نہیں جانتے ہو، ہم مسلمانوں کو ہرگز مکہ میں داخل نہ ہونے دیں گے ورنہ ہماری بڑی بے عزتی ہو گی، علیس کو سن کر غصہ آ گیا، اس نے کہا: اگر تم مسلمانوں کو عمرہ نہ ادا کرنے دو گے تو میں اپنے تمام آدمیوں کو لے کر تم سے لڑوں گا، یہ رنگ دیکھ کر قریش نے علیس کے غصہ کو ٹھنڈا کیا اور منت و سماجت کے ساتھ سمجھا بجھا کر اسے خاموش کیا، اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خراش بن امیہ خزعی کو تغلب نامی اونٹ دے کر قریش مکہ کے پاس روانہ کیا، اور کہلا بھیجوایا کہ ہم لڑنے کے ارادے سے نہیں آئے، ہمارا مقصود صرف زیارت کعبہ سے مشرف ہونا اور قربانی ادا کرنا ہے، خراش نے یہ پیغام قریش کو پہنچایا، قریش نے خراش کے اونٹ کو ذبح کر دیا اور خراش کو بھی مارنا چاہا، لیکن علیس اور اس کے لوگوں نے خراش کو قریش مکہ کے چنگل سے بچا کر واپس روانہ کر دیا، اس کے بعد قریش کے خودسر نوجوانوں کی ایک جماعت مکہ سے نکل کر وادی میں آئی کہ موقع پا کر مسلمانوں پر حملہ آور ہو، لیکن صحابہ کرام نے ان کو دیکھ لیا، اور سب کو گرفتار کر لیا، مگر بعد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے موافق سب کو رہا کر دیا، اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ کیا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اہل مکہ کے پاس بھیجیں، حضرت عمر فاروقؓ نے عرض کیا کہ مجھ کو اہل مکہ کے پاس جانے میں کوئی عذر نہیں ہے لیکن مکہ میں میرے قبیلہ بنوعدی بن کعب کا کوئی آدمی نہیں ہے جو مجھ کو اپنی حمایت میں لے، لہٰذا میرا جانا خطرہ کا موجب ہو سکتا ہے مجھ سے بہتر عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ہیں، کیونکہ ان کے قبیلہ بنوامیہ کے بہت سے با اثر اور طاقتور آدمی موجود ہیں، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اس تجویز کو بہت پسند فرمایا اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو بطور ایلچی ابوسفیان کے پاس روانہ کیا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مکہ میں سب سے اول ابان بن سعید بن العاص سے ملاقات ہوئی، ابان نے فوراً ان کو اپنی حمایت میں لے لیا، اور ابوسفیان اور دوسرے سردارانِ قریش کے پاس لے گیا، سرداران قریش نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام سن کر کہا کہ ہم تم کو تو اجازت دیتے ہیں، خانۂ کعبہ کا طواف کر لو، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں بغیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تنہا طواف نہیں کر سکتا، یہ سن کر قریش برہم ہوئے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مکہ میں روک لیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے جب واپس آنے میں توقف ہوا تو مسلمانوں میں یہ خبر مشہور ہوئی کہ عثمانؓ کو مکہ والوں نے شہید کر دیا ہے، اس خبر کے سنتے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تک عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کا بدلہ نہ لے لیں گے یہاں سے نہ ٹلیں گے، چنانچہ اسی وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئے اور تمام صحابہ سے جاں نثاری کی بیعت لی، یہ بیعت بیعتِ رضوان کے نام سے مشہور ہوئی، اس کا ذکر قرآن کریم میں اس طرح ہے لَقَدْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ جس وقت مسلمانوں نے اے رسول تیرے ہاتھ پر درخت کے نیچے بیعت کی تو خدا تعالیٰ ان سے خوش ہو گیا۔

مگر تھوڑی ہی دیر کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ مکہ سے تشریف لے آئے اور انہوں نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی قسم کی بیعت کی، کفار مکہ کے سمجھدار لوگوں نے تو لڑائی کو ناپسند کیا تھا لیکن کثرت ان میں ایسے لوگوں کی تھی جو فساد پر آمادہ تھے، اب مسلمانوں کی جنگ پر آمادگی اور تیاری کو دیکھ کر یہ فسادی لوگ بھی کچھ صلح و آشتی کی طرف مائل ہوئے، چنانچہ مکہ والوں نے قبیلہ بنوثقیف کے سردار عروہ بن مسعود کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا، عُروہ نے آ کر کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم قریش کے تمام قبائل تمہارے مقابلہ کے لئے آمادہ و مستعد ہیں، تمہارے ساتھ جو لوگ ہیں مقابلہ کے وقت یہ سب تم کو تنہا چھوڑ کر بھاگ جائیں گے اور قریش کے سامنے ہرگز نہ ٹھہر سکیں گے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عُروہ کا یہ کلام سن کر نہایت سخت جواب دیا، عُروہ خاموش ہو کر رہ گیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عروہ سے کہا کہ ہم لڑائی کے ارادے سے نہیں بلکہ عمرے کے ارادے سے آئے ہیں، لیکن اگر مکہ والے لڑائی پر آمادہ ہیں تو میں اپنے امرِ نبوت کے لئے اس وقت تک ان سے لڑوں گا جب تک میری ہڈیاں گوشت سے برہنہ نہ ہو جائیں یا خدا اپنا حکم صادر فرمائے، مکہ والے اگر چاہیں تو ایک مدت کے لئے مجھ سے التوائے جنگ کا معاہدہ کر سکتے ہیں، وہ مجھ کو تبلیغ و ہدایت کا کام کرنے دیں اور چاہیں تو خود بھی اسلام قبول کر کے جنگ و جدل کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیں۔

عروہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے باتیں کر رہا تھا تو وہ اپنا ہاتھ پھیلا پھیلا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی کے قریب لے جاتا تھا، حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو اس کی یہ حرکت ناگوار گزری، انہوں نے اپنا قبضۂ شمشیر اس کے ہاتھ پر مارا اور مؤدبانہ کلام کے لئے کہا، عروہ جب قریش مکہ کے پاس واپس گیا تو کہا کہ یا معشرِ قریش! میں نے روم اور ایران کے دربار دیکھے ہیں، میں نے کسی بادشاہ کو اپنے ہمراہیوں میں اس قدر محبوب و مکرم نہیں پایا جس طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب میں محبوب با عزت ہیں، اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حالت ہے کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کا پانی زمین پر نہیں گرنے دیتے، جب وہ کلام کرتے ہیں تو سب خاموشی سے سنتے ہیں اور تعظیم کی راہ سے ان کی طرف نگاہ بھر کر نہیں دیکھتے، یہ لوگ کسی طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نہیں چھوڑ سکتے، محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بات تمہارے سامنے پیش کی ہے، تم اس کو قبول کر لو اور مناسب یہی ہے کہ صلح کو غنیمت جانو، اس کے بعد قریش مکہ نے سہیل بن عمرو کو اپنا مختار کل بنا کر بھیجا اور اس کو سمجھا دیا کہ صلح صرف اس طرح ہو سکتی ہے کہ امسال محمد صلی اللہ علیہ وسلم معہ اپنے ہمراہیوں کے واپس چلے جائیں اور آئندہ سال آ کر عمرہ کریں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دور سے سہیل کو آتے ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ معاملہ اب سہل ہو گیا ہے، قریش نے جب اس شخص کو بھیجا ہے تو اس کی نیت مصالحت کی ہے، چنانچہ سہیل نے شرائط صلح پیش کئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان شرائط کو قبول فرمایا، اسی وقت حضرت علی کرم اللہ وجہہ صلح نامہ لکھنے کے لئے طلب کئے گئے، حضرت علی کرم وجہہ نے دستاویز کی پیشانی پر "بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم" لکھا تو سہیل نے کہا کہ ہم رحمٰن کو نہیں جانتے، تو ہمارے دستور کے موافق "باسمک اللّٰھم" لکھو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اچھا ایسے ہی لکھ دو، جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام "محمدؐ رسول اللہ" لکھا تو سہیل نے اس پر بھی اعتراض کیا اور کہا کہ اگر ہم آپ کو رسول تسلیم کرتے تو یہاں تک نوبت ہی کیوں پہنچتی، تم صرف "محمدؐ بن عبداللہ" ہی لکھو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اللہ کا رسول ہوں، خواہ تم مانو یا نہ مانو، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ سہیل کی خواہش کے مطابق اس لفظ کو کاٹ دو، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ مجھ سے یہ نہ ہو سکے گا کہ میں لفظ "رسول اللہ" کو قلم سے کاٹوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لاؤ میں اپنے ہاتھ سے کاٹ دیتا ہوں، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے ہاتھ سے اس لفظ پر قلم پھیر دیا۔

اس صلح نامہ یا عہد نامہ کے شرائط یہ تھے:

(۱) مسلمان اس سال عمرہ نہ کریں گے، آئندہ سال آ کر عمرہ کریں گے، مکہ میں داخل ہوتے وقت سوائے تلوار کے کوئی ہتھیار ان کے پاس نہ ہو گا، تلوار بھی نیام کے اندر ہو گی اور تین دن سے زیادہ مکہ میں قیام نہ کریں گے۔

(۲) صلح کی میعاد دس سال ہو گی، اس عرصہ میں کوئی فریق دوسرے فریق کے جان و مال سے قطعاً متعرض نہ ہو گا، باہم امن و امان کے ساتھ رہیں گے۔

(۳) عرب کی ہر ایک قوم اور ہر ایک قبیلہ کو اختیار ہو گا کہ وہ جس فریق کے ساتھ چاہیں ہم عہد ہو جائے ان ہم عہد قبائل پر بھی اس صلح نامہ کی شرائط اسی طرح نافذ ہوں گی، دونوں فریق قبائل کو اپنا ہم عہد اور حلیف بنانے میں آزاد ہوں گے۔

(۴) اگر قریش میں سے کوئی شخص بلا اجازت اپنے ولی کے مسلمانوں کے پاس چلا جائے گا تو قریش کی طرف واپس کیا جائے گا، لیکن اگر کوئی مسلمان قریش کے پاس آ جائے گا تو وہ واپس نہیں کیا جائے گا، گرچہ صلح نامہ کے شرائط سخت تھے لیکن اللہ نے اس سے ہی خیر کا پہلو نکال دیا اس وقت تو صحابہ واپس ہو گئے مگر چند سالوں کے بعد یہی صلح فتح کا سبب بنی۔

انسانی معاشرے میں خواتین کا تحفظ

محترمہ علیزے نجف

خواتین کے خلاف زیادتی ایک ایسا موضوع ہے جس کے تئیں ہر کوئی خود کو حساس اور پریشان ثابت کرنے کی کوشش تو ضرور کرتا ہے، لیکن ان کے تحفظ کے لئے عملی سطح پہ کوشش کرنے کے لئے اس طرح مستعد نہیں ہوتا جیسے کہ ہونا چاہئے یہی وجہ ہے کہ خواتین کے خلاف جرائم کی شرح گذرتے وقت کے ساتھ کم ہونے کے بجائے بڑھتی ہی جا رہی ہے، آج سے دس سال پہلے 16 نومبر 2012 کو نربھیا جو کہ پیرا میڈیکل کی طالبہ تھی جب وہ درندوں کے ہتھے چڑھی تو پورے ملک میں جس طرح کا ردعمل سامنے آیا تھا یوں لگتا تھا کہ اب اس طرح کے واقعات کو جڑ سے اکھاڑ کر ہی عوام اور انتظامیہ دم لیں گے، لیکن ہر کوئی شاہد ہے کہ ایسا نہیں ہوا اس کے بعد کٹھوعہ اور ہاتھرس جیسے بیشمار دل دہلا دینے والے حادثات رونما ہوئے جس کی چیخیں ہر باضمیر انسان نے سنی لیکن افسوس کہ پھر بھی یہ واقعہ آخر نہیں ثابت ہوا بلکہ اس کی شرح کم ہونے کے بجائے بڑھتی جا رہی ہے۔

خواتین کے خلاف کئے جانے والے مظالم و جرائم کا جائزہ لینے کے بعد نیشنل کرائم ریکارڈ بیورو نے اس کے اعداد و شمار کو ظاہر کرتے ہوئے کہا ہے کہ ملک میں خواتین کے خلاف جرائم کے واقعات میں اضافہ ہوا ہے۔ این سی آر بی کی تازہ رپورٹ کے مطابق 2020 سے 2021 کے درمیان خواتین کے خلاف جرائم کے واقعات میں 15 فیصد کا اضافہ ہوا۔ اعداد و شمار کے مطابق 2021 میں ملک میں خواتین کے خلاف جرائم کے مجموعی طور پر 428278 معاملے درج کیے گئے، جو 2020 میں 371503 تھے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ اگر ہم گزشتہ پانچ سالوں میں خواتین کے خلاف جرائم کے این سی آر بی اعداد و شمار کو دیکھیں تو 2020 کے لاک ڈاؤن سال کو چھوڑ کر ہر سال خواتین کے خلاف مظالم کے معاملوں میں اضافہ درج کیا گیا ہے۔ خواتین کے خلاف جرائم کی شرح یا فی 1 لاکھ آبادی پر واقعات کی تعداد بھی اسی طرح کے ہیں۔ خواتین کے خلاف جرائم کی شرح 2020 میں 56.5 فیصد سے بڑھ کر 2021 میں 64.5 فیصد ہوگئی۔ جہاں تک مختلف ریاستوں میں خواتین کے خلاف جرائم کی بات ہے، تو این سی آر بی کے اعداد و شمار کے مطابق جہاں ملک کی سب سے زیادہ آبادی والی ریاست اتر پردیش نے 2021 میں سب سے زیادہ 56083 معاملے درج کیے، وہیں آسام میں سب سے زیادہ جرائم کی شرح 168.3 دیکھی گئی۔

ان سارے اعداد و شمار کو دیکھتے ہوئے عوام سے سوال کیا گیا کہ کیا وجہ ہے کہ اس طرح کے سنگین جرائم انسانی معاشرے میں اس قدر تیزی کے ساتھ پنپ رہے ہیں، اس کے جواب میں 65 فیصد رائے دہندگان نے حکومت ہند کو مورد الزام ٹھہرایا بیشک یہ بات صحیح ہے کہ کسی بھی ملک کا لا اینڈ آرڈر اس ملک کے نظم و نسق کو چلانے اور امن و امان کو قائم رکھنے میں ایک اہم کردار ادا کرتا ہے لیکن ہم میں سے کوئی اس پہلو سے قطعی انکار نہیں کر سکتا کہ معاشرے کی تعمیر و تشکیل میں ہر فرد کا ایک کردار ہوتا ہے، افراد کی تربیت سازی اور ان کے اندر تعمیری و تخلیقی عناصر کی نشو ونما کی ذمے داری اہل خانہ پہ عائد ہوتی ہے اور اس کے بعد تعلیمی ادارے اس میں ایک اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ ایسے میں سب سے پہلا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا ہم بشمول خواتین اپنے گھر کے سبھی افراد کی خواتین کے تئیں برتے جانے والے رویے کی نوے سے سو فیصد ذمیداری لے سکتے ہیں کہ وہ خواتین کے ساتھ قطعی کوئی زیادتی نہیں کر سکتے، میں یہ بات پورے دعوے کے ساتھ کہہ سکتی ہوں کہ ہم میں سے بیشتر لوگ اس بات کی یقینی ضمانت نہیں دے سکتے ایسے میں میرا سوال یہ ہے کہ اگر ہم ایک محدود دائرے میں لوگوں کو اپنی مثبت فکر سے متاثر نہیں کر سکتے ان کے اندر غلط اور صحیح کی تمیز نہیں پیدا کر سکتے تو ہم کیسے 130 کروڑ آبادی کی ذمیداری کے تئیں غفلت کا ٹھیکرا حکومت کے سر پھوڑ سکتے ہیں مختلف عناصر کے ساتھ تشکیل پانے والے معاشرے کے تعمیری ارتقاء کے ضروری ہے کہ ہر عنصر اپنی ذمے داری بحسن خوبی نبھائے، بیشک حکومت کے اوپر یہ ذمیداری فرض عین کی طرح واجب ہوتی ہے کہ وہ ملک کے تمام شہریوں کے جان و مال اور عزت آبرو کے تحفظ کو یقینی بنائے اور مجرمین کے خلاف سخت کارروائی کرنے سے پس و پیش نہ کرے جس کا کہ ہم سب مطالبہ کرتے رہتے ہیں لیکن اس مطالبے کے ساتھ ہم اپنی ذمے داریوں سے غافل نہیں ہو سکتے کیوں کہ ایک سچ ہے کہ ایک صحتمند اور مستحکم معاشرہ عوام کے تعاون کے بغیر ممکن نہیں، حکومت کو چاہئے کہ وہ لا اینڈ آرڈر کے ساتھ ملک میں اعلی تعلیمی نظام کو فروغ دے، ملک کی سالمیت اور عوام کو تحفظ کو ہر حال میں اپنے سیاسی مفاد پہ فوقیت دے اس کی یہ غفلت انسانی معاشرے کو جنگل راج میں تبدیل کر سکتا ہے جو کہ عوام کسی بھی طرح قبول نہیں کر سکتے ہمیں چاہئے کہ حکمت کی راہ اپنا کر حالات کو بہتر بنانے کی کوشش کریں۔

اس وقت میں ان چند عناصر کو زیر قلم لانے کی کوشش کر رہی ہوں جو خواتین کے خلاف جرائم کو بڑھاوا دینے میں کلیدی کردار ادا کر رہے ہیں جس کا تعلق عام عوامی زندگیوں سے ہے جو لوگ زیادتی کرتے ہیں وہ ہمارے ہی انسانی معاشرے سے تعلق رکھتے ہیں ان کی شخصیت کا تربیتی خلا کی ذمیداری بھی اسی معاشرے پہ عائد ہوتی ہے، ہمارے یہاں بچوں کی مثبت تعمیری تربیت کے حوالے سے کوئی خاص بیداری نہیں پائی جاتی بچے کے افکار و خیال کو چنداں اہمیت نہیں دی جاتی مائیں اپنے معمولات کو سرانجام دینے کے لئے چاہتی ہیں کہ بچے بس کسی بھی طرح چپ رہیں انھیں تنگ نہ کریں اس کے لئے وہ انھیں موبائل فون، ٹیلی ویژن کے سامنے گھنٹوں بٹھانے پہ کوئی تامل محسوس نہیں کرتیں اسکرین کی دنیا جس کی وسعت زمین و آسمان کی وسعت کے جیسی ہے جو ساحری دنیا کی طرح پرکشش ہوتی ہے بچے کے ذہن کو اس طرح ایٹریکٹ کر لیتی ہے کہ وہ اس کی اولین ضرورت بن جاتی ہے۔ (یہاں ماؤں کو میں اس لئے مخاطب کر رہی ہوں کیوں کہ انھیں عورتوں کے دکھ کو بآسانی سمجھ سکتی ہیں اور ایک بچے کی شخصیت سازی میں ان کا سب سے مؤثر کردار ہوتا ہے باپ ایک درجہ کم سہی لیکن وہ بھی اس میں اہم کردار کرتا ہے) پھر جب بچے تھوڑا بڑے ہو جاتے ہیں تو مائیں چاہتی ہیں کہ اب بچے فون وغیرہ چھوڑ کر ان کے کہنے پہ کتابوں کی دنیا میں کھو جائیں وہ وہی کچھ کریں جو ہم ان سے کہیں کیا ایسی سوچ رکھنا احمقوں کی جنت میں رہنے کے مترادف نہیں۔ بچے بھی بچے ہوتے ہیں انھیں بھی معلوم ہوتا ہے کہ اپنے والدین کو کیسے زیر کرنا ہے اور والدین ایموشنل ہتھکنڈوں سے شکست کھا کے انھیں ان کے حال پہ چھوڑ دیتے ہیں ایسے میں بچے سوشل میڈیا اور غلط دوستوں کی صحبت میں رہ کر اپنے منتشر جذبات کی تسکین کے لئے کسی بھی حد تک جانے میں عار نہیں محسوس کرتے۔ ماں باپ اگر چاہتے ہیں کہ ان کے بچے معاشرے کے منفی عناصر سے محفوظ رہیں تو پہلے وہ اس بات کو یقینی بنائیں کہ دوسروں کے بچے آپ کے بچوں کے شر سے محفوظ رہیں اور یہ کام تربیت سازی کے بغیر ممکن نہیں ہمیں دنیا کے ساتھ آخرت کی زندگی کی حقیقت سے بچوں کو متعارف کروانا ہوگا کیوں کہ آپ ہمیشہ اپنے بچوں کے ساتھ نہیں ہو سکتے لیکن اللہ کا تصور ہمیشہ اس کے ساتھ ہو سکتا ہے، اگر آپ چاہتے ہیں کہ خدا کا تصور اور اس کا خیال آپ کے بچوں کے اندر ہو تو آپ کو چاہئے کہ آپ ان کو خدا کی محبت اس کی رحمت و شفقت اور عفو درگذر کی صفات سے بھی متعارف کروائیں یہ جرائم کو روکنے میں ایک اہم کردار ادا کرتا ہے۔ خواتین کے ساتھ جرائم کی روک تھام کے ضمن میں تربیت سازی کو سب سے زیادہ اہمیت دیتی ہوں کیوں کہ یہ عادتیں جو ہم بچوں کے اندر پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں یہی عادتیں بعد میں انھیں سنبھالتی ہیں اور ان کے اعمال و اقدام کا محرک بنتی ہیں اس پہ توجہ نہ دینے کی وجہ سے ہی معاشرہ یہاں تک کہ خاندانی نظام بھی متاثر ہو رہے ہیں ہم لوگ ہیں کہ ہمارے گھر کے افراد اگر دوسروں کے ساتھ زیادتی کریں تو ہم اسے بچانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگاتے ہیں لیکن اگر ہمارے ساتھ زیادتی ہو تو مجرم کو تختۂ دار تک پہنچانے کے لئے بضد ہوتے ہیں یہ نہیں سوچتے کہ جس نے ہمارے اپنوں کے ساتھ زیادتی کی ہے ان کا بھی ہماری طرح ایک خاندان ہے۔ اس رویے کو فروغ دینے کی وجہ بھی یہ معاشرہ ہے اگر کوئی خاندان ہمت کر کے اپنے اپنوں کے خلاف کھڑا ہوتا ہے تو زمانہ اسے لعن طعن کر کے زندہ درگور کرنے کی کوشش کرتا ہے اس خاندان کے ساتھ ہمدردی کرنے کے بجائے اس سے نئے تعلق بنانے سے گریز کرتا ہے اب آپ ہی بتائیے کہ ایسے جرائم کے ذمے دار کیا ہم نہیں ہیں بیشک اس معاشرے میں انسانیت اب بھی زندہ ہے کچھ خاندان ایسے ہوں گے جو اس طرح کی منافقت سے پاک ہیں لیکن ان کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر ہی ہوگی۔ خواتین کے ساتھ جرائم کی ایک بڑی وجہ سوشل میڈیا بھی ہے جس میں ہمارے ہی انسانی معاشرے کے لوگ فحش مواد ڈال کر ان بیمار ذہنیت لوگوں کو غذا اور شہہ فراہم کرتے ہیں جب ان کی سوچیں مسلسل ایسی ہی سوچوں کے گرد گھومیں گی تو بیشک اس بھوک کی تسکین کے لئے چند سال یا چند مہینے کے بچوں کو نشانہ بنانے سے کیوں چوکیں گے جیسے شرابی کو شراب چاہئے اس کے لئے پیسہ نہ دینے والی ماں بھی کسی ڈائن سے کم نہیں ہوتی کیوں کہ اس کے لئے اس وقت سب سے اہم اس کا نشہ ہوتا ہے۔ اس لئے اگر ہم چاہتے ہیں کہ خواتین اور کم عمر بچیوں کے ساتھ زیادتی نہ ہو تو ہمیں اس پلیٹ فارم کو مثبت آگاہی کے لئے استعمال کرنا ہوگا بیشک مفسد عناصر اپنے کام سے بآسانی پیچھے نہیں ہٹنے والے لیکن ان کی تعداد امن پسند عوام سے کم ہی ہوگی تو ہم اکثریتی امن پسند لوگ کیوں کر ان کے آگے ہتھیار ڈالیں انسان اور انسانیت کو تحفظ فراہم کرنا ہم سب کی یکساں ذمیداری ہے جسے ہمیں قبول کرنا ہوگا۔ یہ موضوع ایک تفصیل طلب موضوع ہے جس کو ایک مختصر کالم میں سمیٹنا مشکل ہے۔

بقیہ صفحہ اول :

۹۔ اپنا عہد پورا کرو، معاہدہ کی خلاف ورزی سے بچو، اس لئے کہ وعدوں کے بارے میں بھی پرشش ہوگی یعنی جس طرح قیامت میں فرائض واجبات کے بارے میں سوالات ہوں گے، ویسے ہی معاہدات کے بارے میں بھی سوال ہوگا، عہد کے مفہوم میں وعدہ بھی شامل ہے اسی وعدہ خلافی کو حدیث میں عملی نفاق سے تعبیر کیا گیا ہے۔

۱۰۔ ناپ تول میں پیمانہ اور ترازو کو ٹھیک رکھو: یعنی ڈنڈی نہ مارو اور نہ کم ناپو، اس لیے کہ انجام کے اعتبار سے یہ اچھا اور بہتر ہے، اگر تم نے ناپ تول میں کمی کی تو جہنم کے ''ویل'' میں ڈالے جاؤ گے یہ تو اخروی عذاب ہے، دنیاوی اعتبار سے پیمانے اور اوزان ٹھیک رکھنے کا فائدہ یہ ہوگا کہ تجارت میں برکت بھی ہوگی۔ کاروبار بھی خوب چمکے گا۔

۱۱۔ جس بات کی تحقیق نہ ہو اس پر عمل مت کرو: کیوں کہ کان، آنکھ، اور دل سب کے بارے میں قیامت کے دن پوچھ گچھ ہوگی، ہمارا حال یہ ہے کہ ایک بات سن لیا اور بغیر کسی تحقیق کے اسے دوسروں سے نقل کر دیا۔ یا اگر کچھ فائدہ نظر آیا تو اپنی زندگی میں اتار لیا، قرآن کریم کی ایک دوسری آیت میں خبر کی تحقیق کا حکم دیا گیا ہے کہ اگر تم بغیر تحقیق کے کام شروع کر دو گے تو کبھی تمہیں ندامت کا سامنا کرنا پڑے گا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف لفظوں میں اعلان کیا کہ **کفی بالمرء کذبا ان یحدث ماسمعه** کسی آدمی کے جھوٹا ہونے کے لئے یہ کافی ہے کہ اس نے جو سنا ہے وہ بیان کر دے، آج جب سنی ہوئی بات کو بغیر تحقیق کے نمک مرچ لگا کر بیان کرنے کا مزاج بن گیا ہے اور سنی سنائی باتوں پر عمل کی بنیاد رکھی جا رہی ہے۔ تو ہمیں دنیا میں ندامت کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے اور آخرت کی رسوائی الگ ہے، جہاں مجرموں کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی اور ان کے ہاتھ بولیں گے، پاؤں گواہی دیں گے کہ ان اعضا سے کیسے کیسے کام لئے گئے۔

۱۲۔ اور آخری حکم اس سلسلے کا یہ ہے کہ زمین پر مغرور بن کر مت چلو: اس لئے کہ تم اپنے اس عمل سے نہ تو زمین کی چھاتی پھاڑ سکتے ہو اور نہ پہاڑ کی چوٹی سر کر سکتے ہو، گویا یہ ایک احمقانہ فعل ہے۔ اور اس کے نتیجے میں پستی ذلت و خواری تمہارا مقدر ہے، کیوں کہ قدرت کا اصول ہے کہ اکڑ کر نیچے آیا جاتا ہے اوپر نہیں، اوپر جانے کے لئے جھک کر جانا ہوتا ہے جو کبر کی ضد ہے۔ آپ کو جب پہاڑ پر چڑھنا ہو تو جھک کر ہی چلنا ہوگا، سائیکل اونچی سڑک پر چلا رہے ہوں یا پیدل ہی نیچے سے اوپر کو جا رہے ہوں تو جھک کر چلنا ہوگا، ورنہ آپ الٹ کر کھائی میں جا گریں گے، معلوم ہوا کہ اوپر جانے کے لئے جھکنا ہوتا ہے لیکن جب پہاڑ سے نیچے آنا ہو تو اکڑ کر آنا ہوتا ہے اس لئے کہ اگر جھک کر آئے گا تو ڈھلک کر کھائی میں جا پڑے گا۔ البتہ یہ جھکنا جاہ و منصب اور کسی آدمی کے خوف سے نہ ہو بلکہ جھکنا صرف اللہ کے لئے ہو اسی کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے من تواضع للہ رفعہ اللہ سے تعبیر کیا ہے۔

یہ ہے درحقیقت معراج کا پیغام اور تحفہ، جن پر عمل کرنے سے یہ دنیا جنت نشاں ہو سکتی ہے، آج ہم نے اس پیغام کو بھلا دیا ہے، اور شب معراج کے ذکر سے اپنی محفل کو آباد کر رکھا ہے حالانکہ شب معراج تو ہمیشہ ہمیش کے لئے وہی ایک رات تھی جس میں آقا صلی اللہ علیہ وسلم معراج میں تشریف لے گئے تھے، قیامت تک کوئی دوسری رات شب معراج نہیں ہو سکتی ہے، وہ تاریخ آ سکتی ہے، لیکن وہ نورانی رات پھر کبھی نہیں آئے گی، ہم نے بھی اپنی جہالت و غفلت سے کیسی کیسی اصطلاحیں وضع کر رکھی ہیں اللہ تعالی ہم سب کو شب معراج میں دیئے گئے پیغام کی اہمیت و معنویت کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین یارب العلمین وصلی اللہ تعالی علی النبی الکریم وعلی الہ وصحبہ اجمعین۔

ہفتۂ رفتہ

محمد اظہار

اب سبھی ہندوستانی زبانوں میں عدالتی فیصلے

سپریم کورٹ کے چیف جسٹس ڈی وائی چندر چوڑ نے اعلان کیا ہے کہ اب سبھی ہندوستانی زبانوں میں عدالت کے فیصلے دستیاب کرائے جائیں گے۔ سپریم کورٹ کے فیصلے کی کاپیاں جلد ہی مختلف ہندوستانی زبانوں میں لوگوں کو ملنے لگیں گی۔ چیف جسٹس نے مہاراشٹر اور گوا لاء کونسل کے زیر اہتمام منعقد ایک تقریب سے خطاب میں یہ اعلان کیا۔ انہوں نے تکنیک کے ذریعہ اطلاعات تک پہنچ کی مشکلات کو دور کرنے کا خیال کیا ہے۔ وکلاء کو مفت میں معلومات دستیاب کرائی جائیں گی۔ چیف جسٹس نے کہا کہ انگریزی کی باریکیاں دیہی حلقہ کے وکلاء کی مدد نہیں کریں گی۔ ہمارا اگلا مشن ہر ہندوستانی زبان میں سپریم کورٹ کے فیصلوں کے ترجمہ والی کاپیاں دستیاب کرانا ہے۔ انہوں نے کہا کہ جب تک ہم اپنے شہریوں تک اس زبان میں نہیں پہنچتے جسے وہ سمجھتے ہیں، تو ہم جو کام کر رہے ہیں وہ 99 فیصد لوگوں تک نہیں پہنچے گا، پھر اس کا کیا فائدہ۔ (ایجنسی)

ہندوستانی آئین ہماری نمائندگی کا ذریعہ: چیف جسٹس

سپریم کورٹ کے چیف جسٹس ڈی وائی چندر چوڑ نے کہا کہ کسی جج کا ہنر آئین کی روح کو محفوظ رکھتے ہوئے بدلتے وقت کے ساتھ اس کی تشریح کرنے میں پنہاں ہے۔ انہوں نے کہا کہ جب آگے کا راستہ مشکل ہوتا ہے تو ہندوستانی آئین کا بنیادی ڈھانچہ اپنے تشریح کاروں اور عمل درآمد کرنے والوں کی رہنمائی لازمی طور پر کرتی ہے۔ چیف جسٹس نے کہا کہ حالیہ دہائیوں میں ضابطوں کا گلا گھونٹنے، صارفین کی فلاح کو فروغ دینے اور کمرشیل لین دین کی حمایت کرنے کے حق میں ہندوستان کے قانونی پس منظر میں ایک اہم تبدیلی آئی ہے۔ چیف جسٹس نامی اے پالکیوالا یادگاری لکچر سے خطاب کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے آئین کا بنیادی ڈھانچہ دھروتارا کی طرح ہماری نمائندگی کرتا ہے اور آئین کی تشریح کرنے والوں کو اس وقت ایک پختہ سمت دیتا۔ (ایجنسی)

بہار پولیس میں 65 ہزار عہدوں پر بحالی جلد

ریاستی حکومت نے فیصلہ کیا ہے کہ سال 2023 میں 65,000 پولیس اہلکاروں کو بھرتی کیا جائے گا۔ سال کے آغاز میں ہی کابینہ نے 19000 بحالی کی منظوری دی تھی۔ تاہم اس کے باوجود دیگر ریاستوں کے مقابلے میں بہار پولیس میں بہت زیادہ کمی ہے۔ تاہم، بہار پہلی ریاست بن گئی ہے جہاں خواتین پولیس اہلکاروں کی سب سے زیادہ تعداد ہے۔ اس وقت بہار میں 25 فیصد خواتین پولیس ہیں۔ اگر اس سال 65000 پولیس اہلکار بھرتی ہوتے ہیں تو خواتین کی شرح 29 فیصد تک بڑھ جائے گی۔ قومی پولیس اور عوام کا تناسب فی 1 لاکھ آبادی پر 143 پولیس اہلکار ہے۔ اس کے مطابق بہار میں بہت زیادہ کمی ہے۔ 2010 میں سروے کر کے 232,52,1 آسامیاں بھرنے کا ہدف مقرر کیا گیا تھا۔ اس میں 1,20,000 آسامیوں پر بھرتیاں کی گئی ہیں۔ خواتین پولیس فورس کی بات کریں، تو اس سال بہار میں خواتین پولیس اہلکاروں کی تعداد 40.24 فیصد سے بڑھ 29 فیصد ہو جائے گی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس بار محکمہ پولیس میں کانسٹیبل سے لے کر ڈی ایس پی تک کی آسامیوں پر 65 ہزار سے زائد اہلکار بحال کیے جائیں گے۔ بہار میں سرکاری ملازمتوں میں خواتین کے لیے ریزرو 35 عہدوں کی وجہ سے 65,000 میں سے کم از کم 22,750 خواتین آئیں گی۔ جس کی وجہ سے ان کی تربیت 29 فیصد سے کچھ زیادہ ہو جائے گی۔

سوشل میڈیا انفلوئنسر پر حکومت ہوئی سخت

سوشل میڈیا پر بڑی تعداد میں فالوورس رکھنے والے ایسے لوگوں پر اب سختی ہونے والی ہے جو کسی مصنوعات کے تعلق سے غلط جانکاری دیتے ہیں۔ دراصل حکومت نے سوشل میڈیا انفلوئنسر کے لیے ایک نیا قانون بنایا ہے جس کے تحت ان پر 50 لاکھ روپے تک کا جرمانہ لگ سکتا ہے۔ اس قانون سے انسٹا گرام، فیس بک، ٹوئٹر اور یوٹیوب پر کسی پروڈکٹ کو پروموٹ کرنے والے سوشل میڈیا انفلوئنسر پر لگام لگانے کی کوشش ہوگی۔ حکومت نے نیا قانون 'پیڈ پروموشن' اور سوشل میڈیا پر غلط اشتہار کو روکنے کے لیے بنایا ہے۔ ایک رپورٹ کے مطابق 2025 تک ہندوستان میں سوشل میڈیا انفلوئنسر کا مارکیٹ 20 فیصد کی ترقی کے ساتھ 2800 کروڑ روپے تک پہنچنے کا اندازہ ہے۔ نیا قانون سی سی پی اے (سنٹرل کنزیومر پروٹیکشن اتھارٹی) کی طرف سے بنایا گیا ہے۔ نئے اصول کے مطابق اگر کوئی سوشل میڈیا انفلوئنسر اپنے سوشل میڈیا اکاؤنٹ سے کسی مواد یا پروڈکٹ کا اشتہار غلط طریقے سے کرتا ہے تو اس پر 50 لاکھ روپے کا جرمانہ لگایا جائے گا، حالانکہ پہلی بار یہ جرمانہ 10 لاکھ روپے کا ہے، لیکن بار بار غلطی ہونے پر 50 لاکھ روپے تک کا جرمانہ دینا ہوگا۔ نئے قانون کے مطابق اگر آپ کسی مواد یا پروڈکٹ کا پروموشن کر رہے ہیں تو یہ بتانا ہوگا کہ یہ پیڈ ہے یا نہیں۔ دراصل عام لوگ یہ سمجھ نہیں پاتے کہ جو کچھ وہ دیکھ رہے ہیں وہ رقم لے کر کیا جا رہا پروموشن ہے یا نہیں۔ انھیں لگتا ہے کہ کوئی بڑی ہستی کسی چیز کا پروموشن کر رہا ہے تو وہ پروڈکٹ ٹھیک ہی ہوگا۔ نیا قانون انفلوئنسر کی جوابدہی طے کرنے کے مقصد سے ہی بنایا گیا ہے۔ (ایجنسی)

پٹنہ ہوائی اڈے کی توسیع

پٹنہ ہائی کورٹ نے لوک نائک جے پرکاش نارائن ایئر پورٹ کی توسیع سے متعلق معاملے کی سماعت کرتے ہوئے پٹنہ ایئر پورٹ کے ڈائریکٹر کو دو ہفتے کے اندر حلف نامہ جمع کرنے کا حکم دیا ہے۔ چیف جسٹس سنجے کرول اور جسٹس پارتھ سارتھی کی ڈویژن بنچ نے گورو سنگھ کی مفاد عامہ کی عرضی پر سماعت کرتے ہوئے یہ حکم دیا۔ درخواست گزار کی جانب سے عدالت کو بتایا گیا ہے کہ ملک کے مصروف ترین ایئر پورٹس میں سے ایک ہونے کے باوجود یہ سب سے خطرناک ترین ایئر پورٹ ہے۔ ہوائی اڈے میں اعلیٰ درجے کے آلات اور انفراسٹرکچر کا فقدان ہے۔ آئے دن طیاروں کی آمد و رفت متاثر ہوتی رہتی ہے۔ اگلی سماعت 6؍فروری کو ہوگی۔ چیف جسٹس سنجے کرول نے عدالت میں موجود ایئر پورٹ ڈائریکٹر سے کہا کہ وہ اس بات کو یقینی بنائیں کہ وی آئی پی موومنٹ کے دوران ایئر پورٹ پر مسافروں کے ساتھ کوئی بدتمیزی نہ ہو۔ (پریس رپورٹ)

طب وصحت

موسمِ سرما میں شیر خوار کا خیال رکھیں

قدرت نے ہمیں مختلف موسموں کا تحفہ دیا ہے۔ یوں تو سارے موسم ہی انسان کے لئے بڑی اہمیت کے حامل ہیں، مگر خاص طور پر سردیوں کے موسم میں جس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے، وہ بچوں کی صحت کا ہے۔ اس موسم میں پرہیز اور احتیاط کرنے کا فائدہ یہ ہوگا کہ وہ بیماریوں میں مبتلا ہونے کے بجائے قدرت کی فیاضیوں سے لطف اندوز ہو سکیں گے۔ اکثر گھروں میں جاڑوں کی آمد کے ساتھ ہی ایک خوف سا طاری ہو جاتا ہے۔ لوگوں کا خیال ہے کہ سردیاں اپنے ساتھ نزلہ زکام، کھانسی، بخار، نمونیا اور دوسری بیماریاں لے کر آتی ہیں۔ یہ بات کسی حد تک درست ہے، تاہم اگر اپنے معمولات کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ کئی بیماریوں کو تو ہماری بے احتیاطی دعوت دیتی ہے، اس لئے ہمیں اپنی بے قاعدگیوں اور بے اعتدالیوں پر نظر ثانی کرنے کی ضرورت ہے۔

یہ بات حقیقت پر مبنی ہے کہ جاڑوں میں چھوٹے بچے احتیاطی تدابیر اختیار نہیں کرتے۔ وہ سویٹر نہیں پہنتے، جرابیں اُتار کر پھینک دیتے ہیں، انھیں ٹھنڈا پانی یا مشروب پینا مرغوب ہوتا ہے۔ اس معاملے میں والدین کو مکمل طور پر نظر رکھنے کی ضرورت ہے۔ اسکول جانے والے بچوں کو گرم سویٹر، اونی جرابیں اور اسکارف ضرور پہنائیں، تاکہ وہ صبح کی ٹھنڈ سے محفوظ رہ سکیں۔ انھیں گھر سے ٹفن میں کھانے پینے کی اشیاء اور تھرماس میں صاف اُبلا ہوا پانی دیں، تاکہ وہ بازاری چیزیں نہ کھائیں۔ اس موسم میں بیماریوں کے وائرس پھیلنے کا خدشہ بڑھ جاتا ہے، خاص طور پر نزلہ زکام، گلے کی خرابی اور بخار وغیرہ۔ بچے کے بیمار ہو جانے کی صورت میں گھریلو ٹوٹکے آزمانے کے بجائے اس کا صحیح طریقے سے علاج کروایا جائے تو وہ صحت مند رہے گا۔ اس دوران ریفریجریٹر کے یخ پانی سے پرہیز کر کے کان، گلے اور ناک کی بیماریوں سے محفوظ رہا جا سکتا ہے۔

جاڑوں کے شروع ہوتے ہی فضا کی قدرتی نمی میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔ خشک موسم کی وجہ سے بچوں کی حساس جلد متاثر ہوتی ہے، نہ صرف چہرے، بلکہ ان کے ہاتھوں اور پیروں کی جلد بھی اس موسم میں پھٹ جاتی ہے، اس لئے سونے سے قبل ان کے ہاتھ پیروں اور چہرے پر زیتون کا تیل، پٹرولیم جیلی یا موئسچرائزنگ کریم لگا دی جائے۔ سردیوں میں ہیٹر اور تیز گرم پانی کے استعمال سے بھی جلد مزید خشک ہو جاتی ہے۔ اگر ابتداء سے ہی احتیاطی تدابیر اختیار کر لی جائیں تو بہت سی پریشانیوں سے بچا جا سکتا ہے، ورنہ سرد اور خشک ہوائیں بچوں کو بیمار کر سکتی ہیں۔ عمر بڑھنے کے ساتھ ساتھ بچوں کو ہلکی پھلکی ورزش بھی کرائیں، تاکہ انھیں اس موسم میں حرارت محسوس ہو۔ ایسے موسم میں صبح کی سیر یا ورزش کرنے سے فائدہ ہوتا ہے۔

جاڑوں کی ابتداء ہوتے ہی شیر خواروں کی صحت کے حوالے سے خاص دیکھ بھال کی ضرورت ہوتی ہے۔ ان بچوں کو لپیٹ کر رکھنا چاہیے، جن کی پہلی سردی ہو۔ سردی شروع ہوتے ہی شیر خواروں کو گرمی پہنچانے کے لئے خاندان کی بڑی بوڑھیاں ان کی مالش پر زور دینے لگتی ہیں۔ وہ جانتی ہیں کہ سردیوں میں گرمی پہنچانے کا یہ عمل کتنا مفید ثابت ہوتا ہے۔ یہ بچے کی صحت کے لئے پرانا اور آزمودہ نسخہ ہے۔

مالش کے بعد بچے کو پُرسکون نیند آ جاتی ہے، اس عمل کو لگاتار کرنے سے وہ فربہ ہوتا ہے اور اس کی ہڈیاں بھی مضبوط ہو جاتی ہیں۔ دن میں یا رات کو سونے سے قبل سرسوں، زیتون کے تیل یا کسی اچھے بے بی آئل سے مالش کی جائے تو مناسب ہے، خاص طور پر بچے کو صبح کی دھوپ میں لٹا کر مساج کرنا بہت مفید ہوتا ہے۔ اس بات کا دھیان رکھیے کہ بچے کا دھڑ دھوپ میں، مگر چہرہ سائے میں ہو۔ مالش کے لئے ایک کپڑا مخصوص کر لیا جائے تو اچھا ہے، تاکہ تیل کے دھبے اسی پر لگیں۔ دو تین دن بعد اس کپڑے کو بھی دھو لیں، تاکہ وہ صاف ہو جائے۔

بچے کو مالش کرنے سے قبل اپنے ہاتھ اچھی طرح دھو لیں۔ مالش صاف ہاتھوں سے کرنی چاہیے۔ اس بات کا دھیان رکھیں کہ چھوٹا بچہ بہت جلد بیماریوں کا نشانہ بن جاتا ہے، اس لئے خود کی صفائی بھی اہم ہے۔ نوزائیدہ کو موسم سرما میں روزانہ نہانے سے اجتناب برتیں، تاہم ہفتے میں ایک بار ضرور نہلائیں، تاکہ اسے شروع ہی سے صاف ستھرا رہنے کی عادت ہو جائے۔

جب یخ بستہ ہوائیں چل رہی ہوں تو نیم گرم پانی میں تولیا بھگو کر بچے کا جسم صاف کیا جا سکتا ہے۔ اگر نہلانا مقصود ہو تو نیم گرم پانی سے کسی بند جگہ پر نہلائیں، ورنہ ٹھنڈی ہوا سے نزلے اور بخار میں مبتلا ہونے کا خدشہ ہو سکتا ہے۔ نہانے کے بعد بچے کو فوراً تولیے میں لپیٹ کر اس کا جسم اچھی طرح خشک کریں۔ آنکھیں اور ناک نیم گرم پانی سے روئی گیلی کر کے صاف کر دیں۔ پھر کوئی اچھا سا بے بی لوشن لگائیں۔ اس طرح سردیوں کی وجہ سے ہونے والی خشکی اور خارش کا خاتمہ ہو جائے گا اور بچے کی جلد بھی ملائم رہے گی۔ جب زیادہ سردی ہو تو بچوں کو نہلانے کے بعد شہد چٹانا مفید ہوتا ہے۔ شیر خوار کو ماں اپنے ساتھ سلائے، تاکہ اسے حرارت ملتی رہے۔ بچے کے گیلے کپڑے جلد بدل دیں، ورنہ رات بھر بھیگے رہنے کی وجہ سے اس کا سینہ جکڑ سکتا ہے اور بچے میں بے چینی اور اضطراب پیدا ہوگا۔ جب اس کی نیند پوری نہیں ہوگی تو وہ دن بھر چڑچڑے پن کا شکار رہے گا۔ مذکورہ احتیاطی تدابیر اختیار کرنے سے موسم سرما ہمارے لئے خوشگوار ثابت ہوگا۔ بدلتے موسموں کے ساتھ اپنے رہن سہن اور معمولات میں تبدیلیاں لانا ضروری ہوتا ہے، صرف اسی طرح ہم اس موسم سے لطف اندوز ہو سکتے ہیں۔

Volume:63/73,Issue:05 R.N.I.N. Delhi Regd. No.BIHURD/4136/61Printed & Published by Sohail Ahmad Nadwi, on behalf of Imarat Shariah Phulwari Sharif, Patna, Printed at Azimabad Printers, R.C.F./105, Ground Floor, B.H. Colony, Bhootnath Road, Kankarbagh, Patna-800026 and Published from Naqueeb Office Imarat Shariah, Phulwari Sharif, Patna-801505, Editior: (Mufti) Mohammad Sanaul Hoda (Quasmi)

To

ذرا سی بات تھی اندیشۂ عجم نے جسے
بڑھا دیا ہے فقط زیب داستاں کے لئے (علامہ اقبال)

LEADING URDU JOURNAL OF IMARAT SHARIAH
BIHAR ODISHA & JHARKHAND

NAQUEEB WEEKLY

PHULWARI SHARIF,PATNA 801505

SSPOS PATNA Regd.No.PT 14-6-21-23
R.N.I.N.Delhi,Regd No-BIHURD/4136/61

نئی تعلیمی پالیسی (NEP) - ایک جائزہ

محمد شاہد خان ندوی (قطر)

ایک محاورہ ہے کہ درخت اپنے پھل سے اور انسان اپنے قول وفعل سے پہچانا جاتا ہے، اس لیے بجاطور پر کہا جاسکتا ہے کہ انسانی ذہن وفکر کے دریچے میں جھانک کر کسی بھی قوم کے تعلیمی ڈھانچے کو دیکھا اور سمجھا جاسکتا ہے، کیونکہ زمین میں جیسی تخم ریزی ہوگی کاشت بھی اسی کے مطابق تیار ہوگی، دراصل کسی بھی قوم کی ترقی کا اصل راز اس کے بہتر نظام تعلیم وتربیت میں مضمر ہوتا ہے، اگر آج دنیا میں مغرب کا غلغلہ اور ہر جگہ اس کا بول بالا ہے تو اس کی پشت پر اس کا بہتر نظام تعلیم وتربیت اور تحقیقاتی اداروں کا قیام ہے۔ ہمارے ملک ہندستان میں آزادی کے بعد پہلی بار 1966 میں کوٹھاری کمیشن نے تعلیمی پالیسی کو پیش کیا تھا اس کے بعد 1986 میں دوسری بار اور پھر 1992 تیسری بار اس میں کچھ تبدیلیاں کی گئیں تھیں اور اب 34 سالوں کے بعد سال 2020 کو بی جے پی سرکار نے ڈاکٹر کستوری رنجن کے زیر نگرانی تیار کی گئی نئی تعلیمی پالیسی کو ملک کے سامنے پیش کیا ہے، ملک کے تعلیمی نظام پر آنے والے دنوں میں اس پالیسی کا بڑا گہرا اثر پڑے گا اس لیے اس پالیسی کی خوبیوں اور خامیوں کا ایک اجمالی جائزہ لینا ضروری ہے۔

خوبیاں: 1- اس پالیسی کے آنے کے بعد 10+2 نظام تعلیم کا خاتمہ ہوجائے گا، 10+2 فارمولے کے مطابق کسی بھی بچے کی ابتدائی تعلیم چھ سال کی عمر سے شروع ہوکر دس سال تک جاری رہتی تھی، پھر اس کے بعد دو سالہ ہائر سکنڈری کا کورس ہوتا تھا، اس طرح 18 سال کی عمر تک بچہ اپنی ابتدائی اور سکنڈری لیول تک کی تعلیم مکمل کرلیتا تھا لیکن اس کی جگہ اب جو نیا فارمولہ پیش کیا گیا ہے، اسے 5+3+3+4 کا نام دیا گیا ہے جس کے مطابق

5)=age 3-8(Foundational
3)=age 8-11(Preparatory
3)=age 11-14(Middle
4)=age 14-18(Secondary

یعنی کسی بھی بچے کی ابتدائی تعلیم تین سال کی عمر سے شروع ہوکر مختلف مراحل سے گزرتے ہوئے اٹھارہ سال کی عمر تک مکمل ہوجائے گی۔

2- نئی پالیسی ملٹی انٹری، اکزٹ اور کریڈٹ سسٹم کی حامل ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ اب کسی ایک اسٹریم (مضمون) کو اختیار کرنا مجبوری نہیں ہوگی، بلکہ کوئی بھی طالبعلم جس وقت بھی چاہے اپنا سبجیکٹ تبدیل کرسکتا ہے اور اپنا من پسند سبجیکٹ اختیار کرسکتا ہے، مثلا اگر سائنس کا طالبعلم آرٹ میں جانا چاہے گا یا کامرس پڑھنا چاہے گا تو اس کے لیے اب ایسا کرنا ناممکن نہیں ہوگا، اسی طرح نمبرات دینے کے بجائے اسے کریڈٹ دیا جائے گا جیسا کہ غیر ملکی تعلیمی اداروں میں رائج ہے۔

3- اب انٹرنیشنل اسٹینڈرڈ کے مطابق تعلیمی سرٹیفکٹ دی جائے گی قدیم نظام کے مطابق گریجویشن کے لیے تین سال پڑھنا ضروری ہوتا تھا، اس کے بعد ہی طالبعلم ڈگری کا مستحق قرار پاتا تھا لیکن نئے نظام کے مطابق کسی بھی طالبعلم کو ایک سال مکمل ہونے پر سرٹیفکٹ، دوسال مکمل ہونے پر ڈپلومہ، تین سال مکمل ہونے پر بیچلر اور چار سال مکمل ہونے پر ریسرچ کی ڈگری دی جائے گی۔

4- نئی تعلیمی پالیسی میں پروفیشنل کورسز (پیشہ وارانہ تعلیم) کے ساتھ ساتھ سوشل سائنسز (Social sciences) ہیومانٹیز (Humanities) اور لبرل آرٹ (Liberal Art) پر زیادہ توجہ دی گئی ہے تاکہ اسٹوڈنٹس کے اندر تنقیدی اور تخلیقی صلاحیت (critical and innovative thinking) پیدا ہوسکے اور وہ مقاصد تعلیم اور اس کے فلسفہ کو سمجھ سکیں۔

5- نئی تعلیمی پالیسی مختلف پیشوں کے احترام (Dignity of labour) کو خطاب کرتی ہے تاکہ سماج کے اندر پیشوں کی بنیاد پر جو فرق واقع ہوگیا ہے اسے مٹایا جاسکے۔

6- اسی پالیسی میں کل قومی آمدنی (GDP) کا چھ فیصد خرچ کرنے کی بات کہی گئی ہے۔

7- اس پالیسی کے مطابق اب ہندستان میں باہر کی یونیورسٹیاں اپنا کیمپس کھول سکتی ہیں۔

خامیاں: (1) اس پالیسی کو قانونی حیثیت حاصل نہیں ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ حکومت اس میں سے جتنا چاہے لے سکتی ہے اور جتنا چاہے چھوڑ سکتی ہے، ویسے بھی 2040 تک اس پالیسی کے نفاذ کی بات کہی گئی ہے جو کہ ایک طویل اور تھکا دینے والی مدت ہے۔

(2) یہ پالیسی انفراسٹکچر سے کوئی بحث نہیں کرتی جب کہ وزیراعظم نریندر مودی نے دعوی کیا ہے کہ وہ نئی پالیسی کے ذریعہ گلوبل سٹیزن پیدا کریں گے ظاہر ہے کہ یہ مقصد بغیر بہتر انفراسٹکچر کے حاصل نہیں ہوسکتا، 1966 میں جب کوٹھاری کمیشن نے پہلی بار تعلیمی پالیسی کو پیش کیا تھا اسوقت بھی جی ڈی پی (GDP) کا چھ فیصد خرچ کرنے کی بات کہی گئی تھی اور اب اتنے برسوں کے بعد 2020 میں بھی وہی بات دہرائی جارہی ہے جب کہ اس سطح کو اور بلند ہونا چاہئے تھا لیکن حقیقت یہ ہے کہ آزادی کے 78 سالوں کے بعد بھی جی ڈی پی کا لگ بھگ 0.5 فیصد ہی تعلیم پر خرچ کیا جارہا ہے طرفہ تماشا یہ ہے کہ قومی بجٹ کا جتنا فیصد UPA سرکار خرچ کرتی تھی NDA کی سرکار اس سطح کو بھی برقرار رکھنے میں ناکام رہی ہے، اب آپ ہی فیصلہ کیجئے کہ اتنے کمزور بجٹ کے ساتھ اتنا سندر سپنا کیسے پورا ہوسکتا ہے اس لئے اس بات کا قوی اندیشہ ہے کہ کہیں یہ سندر سپنا صرف کاغذات کی زینت بن کر نہ رہ جائے۔

3- یہ پالیسی ابتدائی تعلیم کو مادری اور علاقائی زبانوں میں پیش کرنے کی بات کرتی ہے اس سے اردو اور انگریزی زبان کو مستثنی رکھا گیا ہے جب کہ انگریزی زبان کے علاوہ کسی بھی دوسری زبان میں مطلوبہ معیاری سلیبس (Syllabus) موجود نہیں ہے اس لیے انگریزی زبان کو نظر انداز کرنا ایک سنگین غلطی ہوگی۔

4- اس پالیسی کے مطابق سکنڈری میں غیر ملکی زبانوں کو سیکھنے کا آپشن ہوگا جس میں کورین جاپانی فرنچ تھائی اسپینش پرتگیز جیسی زبانیں شامل ہیں لیکن ان میں عربی زبان کو شامل نہیں کیا گیا ہے جب کہ عربی زبان لگ بھگ تئیس ملکوں میں سرکاری زبان کے طور پر بولی اور سمجھی جاتی ہے اقوام متحدہ میں بھی وہ منظور شدہ رابطہ کی زبان ہے خلیجی ممالک سے بھی ہمارے بڑے تجارتی تعلقات قائم ہیں جہاں اس زبان کی ضرورت پڑتی ہے اس کے باوجود اسے نظر انداز کرنا سوائے تعصب کے اور کچھ نہیں۔

(5) نئی پالیسی کے مطابق اس نظام کو چلانے کے لیے بہت ساری ایجنسیاں بنائی جائیں گی اور تنظیمی ڈھانچہ تشکیل دیا جائے گا اس لیے بعض ماہرین کا خیال ہے کہ یہ Highly regulated and poorly funded پالیسی ہے۔

(6) یہ پالیسی بھارتی کلچر کو بڑھاوا دینے کی بات کرتی ہے جس کی آڑ میں نصاب تعلیم کا بھگوا کرن کیے جانے کے قوی امکانات ہیں۔ (7) اس پالیسی میں کہیں پر بھی سیکولرزم کا لفظ استعمال نہیں کیا گیا ہے جب کہ سابقہ تعلیمی پالیسی میں اس لفظ کا بار بار استعمال کیا گیا تھا۔ (8) یہ پالیسی کوالٹی آف ایجوکیشن (Quality of education) کی بات نہیں کرتی بلکہ یہ نجی کاری (Privatization) کو بڑھاوا دیتی ہے۔ (9) یہ پالیسی سب کے لیے یکساں تعلیمی مواقع فراہم کرنے کی بات کرتی ہے جب کہ اس کے لیے مطلوبہ انفراسٹکچر موجود نہیں ہے اور جو موجود ہے اس میں ایک طرف آنگن باڑی کے اسکول ہیں جہاں غریبوں کے علاوہ کوئی اپنا بچہ بھیجنا نہیں چاہتا تو دوسری طرف پرائیویٹ اسکول ہیں جہاں امیروں کے علاوہ کسی اور کا بچہ داخلہ پا نہیں سکتا۔ جب کہ دنیا کے بعض ممالک "سب کے لیے تعلیم کے یکساں مواقع" پیش کرنے کی بہترین مثال پیش کرتے ہیں مثال کے طور پر فن لینڈ کو لے لیجئے وہاں پرائیویٹ اسکولوں کا وجود نہیں ہے اس لیے وہاں کے سارے بچے سرکاری اسکولوں میں تعلیم حاصل کرتے ہیں اور ثانویہ تک کی تعلیم بالکل مفت پاتے ہیں اور حیرت کی بات یہ ہے کہ تعلیمی معیار کے اعتبار سے وہ دنیا میں پہلے مقام پر فائز ہے۔ (10) اس پالیسی کو بنانے میں ریاستوں سے کوئی صلاح ومشورہ نہیں لیا گیا جب کہ بھارت یونین آف دی اسٹیٹس ہے اور اسے امریکہ اور کینڈا کی طرح ایک فیڈرل سسٹم پر استوار کیا گیا ہے لیکن اس معاملے میں بھی مرکز نے ریاستوں کو نظر انداز کیا ہے جس سے مرکز کی منشا صاف نظر آتی ہے کہ وہ ریاستوں کو کمزور کرنا چاہتی ہے جو کہ فیڈرل نظام کی روح کے منافی ہے۔

حکومت نے جو تعلیمی پالیسی پیش کی ہے اس میں بہت ساری خوبیاں ہیں بشرطیکہ حکومت ان مقاصد کے حصول میں سنجیدہ ہو اور اس کے لیے سالانہ بجٹ میں اضافہ کرے اور انفراسٹکچر کو بہتر کرے لیکن اس میں بہت ساری خامیاں ہیں اور کچھ ایسے چور دروازے ہیں جو ہندستان جیسے کثیر لسانی وثقافتی ملک اور اس کے سیکولر اور جمہوری اقدار کے لیے سخت نقصاندہ ہیں۔

☆اس دائرہ میں سرخ نشان کا مطلب ہے کہ آپ کی خریداری کی مدت ختم ہوگئی ہے، فوراً آئندہ کے لیے سالانہ زرتعاون ارسال فرمائیں، اور منی آرڈر کوپن پر اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں، موبائل یا فون نمبر اور پتے کے ساتھ پن کوڈ بھی لکھیں، مندرجہ ذیل اکاؤنٹ نمبر پر آپ سالانہ یا ششماہی زرتعاون اور بقایہ جات بھیج سکتے ہیں، رقم بھیج کر درج ذیل موبائل نمبر پر خبر کردیں۔ **رابطہ اور واٹس اَپ نمبر 9576507798**

A/C Name: THE NAQUEEB, A/C No: 10331726168,Bank: SBI, Branch J.C. Road, Patna, IFSC Code: SBIN0001233

نقیب کے شائقین نقیب کے آفیشیل ویب سائٹ www.imaratshariah.com پر بھی لاگ ان کرکے نقیب سے استفادہ کرسکتے ہیں۔ (**محمد اسعد اللہ قاسمی منیجر نقیب**)

WEEK ENDING-30/01/2023, Fax : 0612-2555280, Phone:2555351,2555014,2555668, E-mail: naqueeb.imarat@gmail.com, Web. www.imaratshariah.com,

نقیب قیمت فی شمارہ -/8 روپے ششماہی -/250 روپے سالانہ -/400 روپے